مسئلہ تقلید واجتہاد کے بنیادی مباحث پر مشتمل علمی وتحقیقی کاوش

الامداد المزید

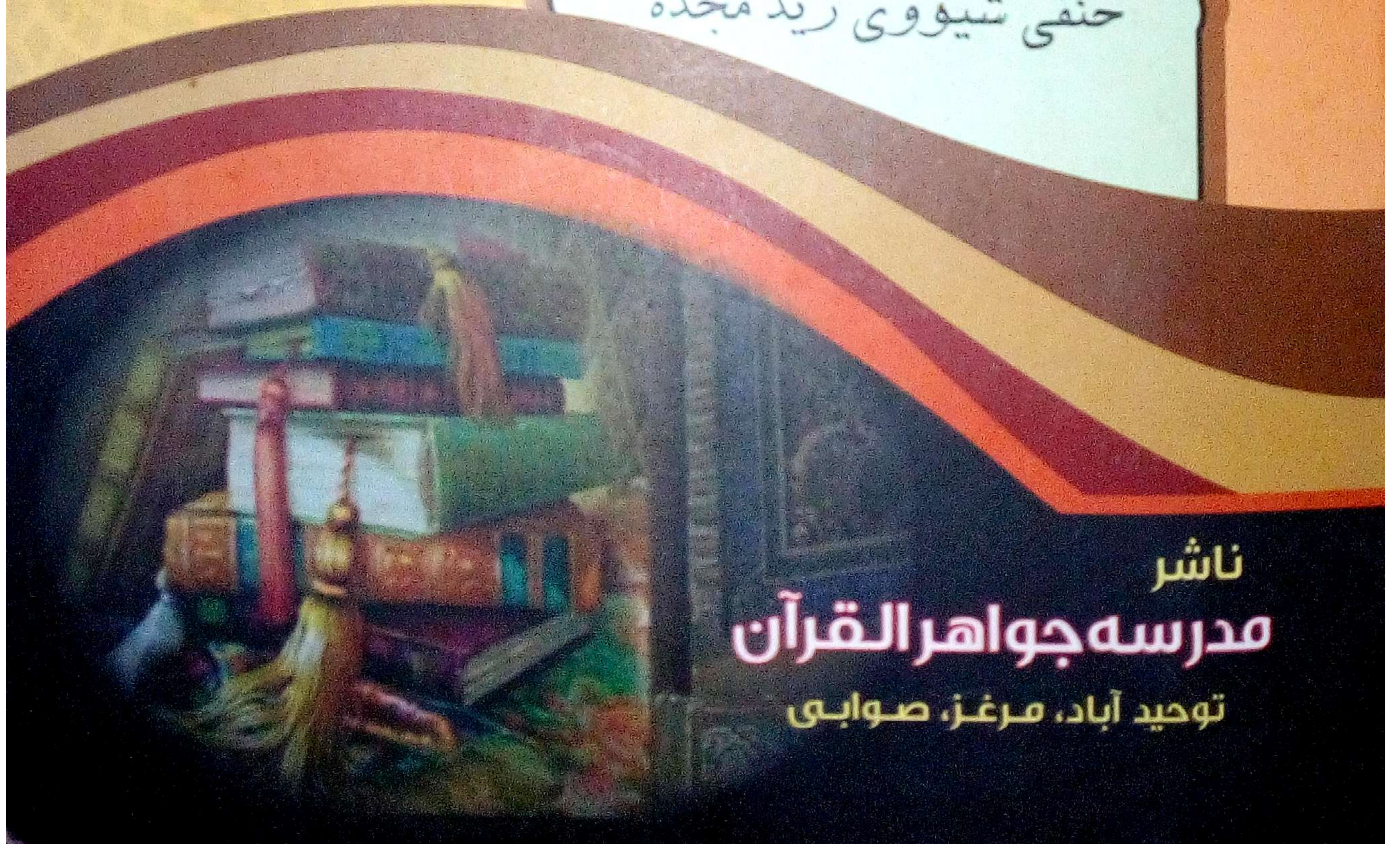
بتوضیح مسئلة الاجتهاد والتقلید

تألیف:

مولانا شیخ

امداد الحق

حنفی شیووی زید مجده



ناشر

مدرسه جواهر القرآن

توحید آباد، مرغز، صوابی

چیونٹی کے لگے پر تو یہ کہنے لگی اڑ کر
میں مثل سلیمان ہوں ہوا میں کئی دن سے

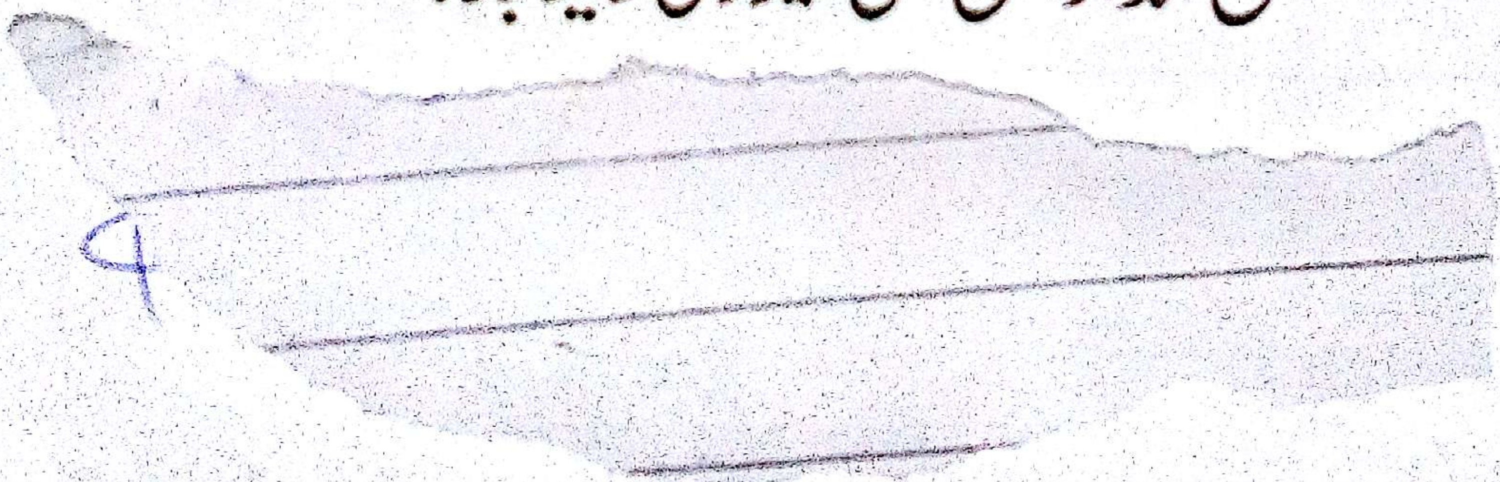
(شیخ الہند)



الامداد المزید بتوضیح مسئلۃ الاجتہاد والتقلید

تالیف لطیف

شیخ امداد الحق حنفی شیوی زید مجدہ



الناشر: مدرسہ جواہر القرآن مرغز (صوابی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

نام کتاب:
الامداد المزید بتوضیح مسئلۃ الاجتہاد والتقلید
مؤلف:
شیخ امداد الحق حنفی شیوہ وی دامت برکاتہم العالی
کمپوزنگ: مولوی عطاء اللہ صاحب
پروف ریڈنگ واہتمام:
مولانا مفتی اکمل محمد سعید اَدینوی
ضخامت: ۱۰۹ صفحات
طبع: بارِاول، اپریل ۲۰۱۵ء = جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ
تعداد: ۱۰۰۰
ناشر: مدرسہ جواہر القرآن مرغز (صوابی)





ضروری اعلان

قارئین سے درخواست ہے کہ اگر اس کتاب میں کسی بھی قسم کی کوئی غلطی نظر آجائے تو مؤلف کو ضرور مطلع کریں۔

[واجرکم علی اللہ]



انتساب:

والدہ ماجدہ

رحمہا اللہ تعالیٰ کے نام

جس کے آغوش محبت، تربیت،

اخلاص اور دعاؤں سے

ہاتھ میں قلم پکڑنے کا حوصلہ ملا۔

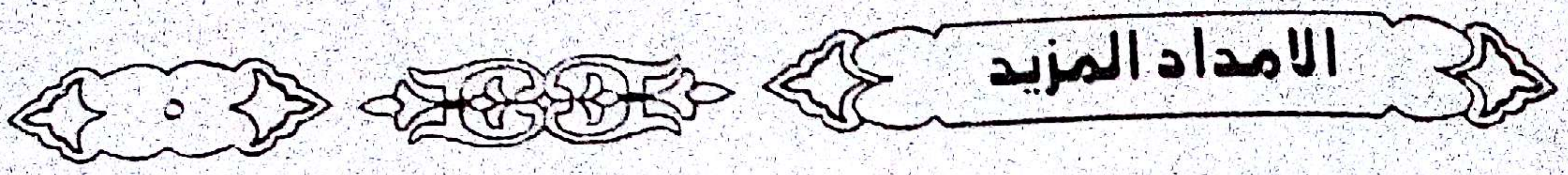
خالق الاقلام، قلم اور زبان کی لغزش سے بچائیں۔

؎ وہ نئی دنیا، نئی بستی مبارک ہو تجھے

وہ نیا عالم، نئی ہستی مبارک ہو تجھے

دِین ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا

دیتے رہتے ہیں یہ گالی ہمیں ہر شام و سحر
حق کا پیغام سنایا تو برا مان گئے



فہرس عنوانات


پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ألحمد لله رب العالمين ، وصلوة الله على النبى الكريم ، أللهم لك الحمد كله ، ولك الشكر كله أما بعد !

جس پر فتن دور میں ہم موجود ہیں ہر طرف سے حوادث اور فتنوں کی بارشیں شروع ہیں۔ جناب رسول اکرم ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق فتن ٹوٹ پڑے ہیں۔ جو دن آیا ایک نیا فتنہ لے کر آیا، جو رات آئی سخت ظلمت ساتھ لائی۔ ان فتن میں سے ایک فتنہ غیر تقلید کا ہے جو سلف صالحین پر بد اعتمادی اور دین کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنے میں رفض اور فتنہ استشراق کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ تحقیق کا نام لے کر تشکیک وتحریف اور الحاد کے دروازے کھولے جا رہے ہیں، اس لیے مولانا عبدالحی لکھنویؒ المتوفی ۱۳۰۴ھ نیچری فرقہ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ولعمری افساد هؤلاء الملاحدة واخوانهم الأصاغر المشهورين بغير المقلدين الذين سموا أنفسهم بأهل الحديث وشتان ما بينهم وبين أهل الحديث .

[الآثار المرفوعہ]

شائد کوئی غیر مقلد اس کو غلو سے تعبیر کرے لیکن خود غیر مقلد مولانا محمد حسین بٹالویؒ المتوفی ۱۳۳۸ھ فرماتے ہیں: پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ کفر اور ارتداد وفسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لیے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔ گروہ اہل حدیث میں جو بے علم یا کم علم عوام آزاد اور خود مختار ہو جاتے ہیں۔ [اشاعۃ السنۃ جلد: ۲ ماخوذ از خیر التنقید]

کیا سچ کہا ہے ترک تقلید کے نتیجے میں ارتداد کی سیڑھی پر چڑھنے والوں کا کچھ فہرس درج ہے: علامہ مشرقی، چودھری غلام احمد پرویز، تمنا عمادی، حتی کہ مرزا غلام احمد قادیانی ترک تقلید کی سیڑھی پر چڑھے تھے۔ بالآخر ارتداد کی منزل تک پہنچ گئے۔ اسی طرح حکیم نور الدین وغیرہ۔ ظاہر

ہے کہ سلف صالحین پر اعتماد ترک کر کے اپنی رائے پر بھروسہ کرنے کا نتیجہ ہوتا ہے۔

ٹپک اے شمع آنسو بن کے پروانے کی آنکھوں سے سراپا درد ہوں حسرت بھری ہے داستان میری

غیر مقلدین کی چند باتیں سن لیں:

[۱] صاحب اولادمیت کی بیوی کو ثمن (آٹھواں) ملتا ہے مگر مولوی ثناء اللہ کہتے چوتھا حصہ ملتا ہے۔ بے اولادمیت کی بیوی کو چوتھا حصہ ملتا ہے لیکن وہ لکھتے ہیں آٹھواں حصہ ملتا ہے۔

[البرهان الساطع]

[۲] بیوہ کی دو عدتیں ہوتی ہیں حاملہ ہو تو وضع حمل، غیر حاملہ ہو تو چار ماہ دس دن لیکن مولانا اس سوال کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بیوہ جس کو مرد نے مس نہیں کیا بلکہ سسرال کے گھر نہیں آئی اور نہ متوفی اس کے گھر گیا ہے اُس کی عدت کیا ہوگی؟ تو کہا کہ اس پر کوئی عدت نہیں۔

[۳] حاملہ کا عدت بصورت حمل وضع حمل ہے اور بصورت غیر حمل چار ماہ دس دن ہیں لیکن مولانا لکھتے ہیں: تین طہر یا تین حیض۔ [اخبار اہل حدیث ۱۹ دسمبر ۱۹۲۴ء]

اندکے باتو گفتم وغم دل ترسیدم کہ آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ محترم قاری صاحب کے سامنے تقلید کا لغوی اور اصطلاحی معنی قلم بند کروں تا کہ اقسام تقلید سے پہلے تعریف ذہن نشین ہو جائے۔ تقلید کا مادہ قلادہ سے ہے۔ یہ قلادہ جب انسان کے گلے میں ہو تو ہار کہلاتا ہے اور جب حیوان کے گلے میں ہو تو پٹہ کہلاتا ہے حدیث میں وارد ہیں: استعارت من أسماء قلادة . [بخاری، کتاب التیمم [۷] حدیث: ۳۳۶]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسماء رضی اللہ عنہا سے ہار مانگا تھا۔

انسلت قلادة لي من عنقي. [مسند احمد، مسند النساء، مسند الصدیقۃ عائشۃ، حدیث: ۲۶۳۴۱]

''میرا ہار گردن سے نیچے گرا۔''

محمد بن اسماعیل بخاریؒ المتوفی ۲۵۶ھ نے باب القلائد اور استعارۃ القلائد پر مستقل ابواب قائم کیے ہیں۔ حاصل یہ کہ قلادہ جب انسان کے لیے بولا جائے تو اس سے ہار مراد ہوتی ہے اور حیوان

کے لیے بولا جائے تو پٹہ مراد ہوتا ہے۔تو اس لغوی معنی کوملحوظ رکھتے ہوئے معنی یہ ہوا کہ مقلد اپنے امام کے علم اور تقویٰ پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے قول کو اپنے گلے کا ہار بناتا ہے۔

اصطلاحی معنی: التقليد اتباع الغير علىٰ ظن أنه محق بلا نظر في الدليل .

[النامی شرح الحسامی]

''تقلید دلیل کی طرف سوچ کیے بغیر غیر کی اتباع کا نام ہے۔''

مزید تفصیل کے لیے مسلم الثبوت ، التوضیح تحریر الاصول اور معتنم الاصول وغیرہ کتب مطالعہ کیجئے۔مطلب یہ کہ دلیل موجود ہے لیکن مقلد دلیل کا طالب نہیں۔جس دلیل کو امام نے قائم کیا ہے یہ اُس کا فکر مند نہیں۔التقليد اتباع الانسان غيره في ما يقول أو يفعل معتقدا للحقية من غير نظر الى الدليل ، كأن هذا المتبع جعل قول الغير قلادة في عنقه من غير مطالبة دليل .

نیز یہ بھی ذہن نشین فرمادیں کہ تقلید اور اتباع متغائرین نہیں ہے۔تقلید بلا دلیل اور اتباع بالدلیل سے فرق غلط ہے۔ومن يتبع خطوات الشيطان فانه يامر بالفحشاء والمنكر .[سورة النور۲۴:۲۱]بل نتبع ما ألفينا عليه آبائنا .[سورۃ البقرۃ ۲:۱۷۰] کیا یہ اتباع بالدلیل ہے؟اور یہ قول بھی درست نہیں کہ علی الاطلاق تقلید مذموم ہے اور اتباع محمود ہے بلکہ دونوں میں محمود بھی ہے اور مذموم بھی۔محترم قاری صاحب اس پرفتن دور میں کئی آراء سامنے آگئے ہیں:

[۱] اجتہاد وقیاس کو مجتہدین کے لیے خاص اور تقلید کو کفر وشرک بتلاتے ہیں۔

[۲] تقلید کو حرام کہہ کر اجتہاد کو سب کے لیے جائز بتاتے ہیں۔

[۳] قیاس کے جوز کو اہل کے ساتھ خاص مان کر عوام کے لیے تقلید کی اجازت دے کر تقلید شخصی سے بالخصوص امام ابوحنیفہؒ کی تقلید سے اُن کو مخالف حدیث سمجھ کر متنفر کرتے ہیں۔

[۴] قائس اور مجتہد کے مقابلے میں تعصب سے آیات واحادیث کے ساتھ رد رد اور حد درجہ کی گستاخی سے پیش آتے ہیں۔

تحقیق حق یہ ہے کہ حکم غیر منصوص محتمل وجوہ مختلفہ میں مجتہد کے لیے اجتہاد اور غیر مجتہد کے لیے تقلید جائز ہے۔ذیل میں چند احادیث ذکر کیے جاتے ہیں جن سے عنوان بالا ثابت ہوتا ہے۔

[۱]عن طارق أن رجلا أجنب فلم يصل فأتى النبي ﷺ فذكر ذلك ؛ فقال : أصبت. فأجنب رجل آخر فتيمم وصلىٰ فأتاه ؛ فقال نحوه، ما قال للأخر يعني أصبت .

[سنن نسائی، کتاب الطہارۃ[۱] باب فی من لم یجد الماء ولا الصید، حدیث:۳۲۴]

''ایک شخص نے آ کر نبی ﷺ کو عرض کیا کہ مجھے جنابت لاحق ہوئی اور پانی نہیں تھا تو نماز قضا کر دیا۔آپ نے اُس کی تصویب فرمائی۔اور دوسرے نے تیمّم کیا اور نماز پڑھی۔آ کر عرض کیا تو اُس کی بھی تصویب فرمائی۔''

ظاہر ہے کہ یہ مطلب نہیں کہ حکم ظاہر ہونے کے بعد بھی اس طرح کیا جائے کہ تیمّم کرے اور نماز پڑھے یا سرے سے نماز ہی نہ پڑھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دونوں نے اپنے اپنے اجتہاد اور قیاس پر عمل کیا ہے تو یہ ثبوت قیاس فی عہد النبی ﷺ کا دلیل بھی ہے۔

[۲]عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قال احتلمت فى ليلة باردة فى غزوة ذات السلاسل ، فأشفقت ان غنسلت أن أهلك ؛ فتيممت ثم صليت بأصحابى الصبح ، فذكروا ذلك للنبى ﷺ ؛ فقال: يا عمرو صليت بأصحابك وأنت جنب؟ فأخبرته بالذى منعنى من الاغتسال ، وقلت انى سمعت الله يقول : لا تقتلوا أنفسكم ان الله كان بكم رحيما . فضحك النبى ﷺ ولم يقل شيئا . [سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ[۱] باب:اذا خاف الجنب البرد ایتیمم، حدیث:۳۳۴]

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جنابت کے بعد تیمّم کیا اور ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔اُنہوں نے آپ کو واقعہ سنایا تو آپ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا۔اُس نے جواب میں اپنے اجتہاد کا ذکر کیا کہ میں نے تیمّم کیا اور اپنے اجتہاد کا ماخذ بیان کیا۔آپ نے کچھ نہیں کہا۔

یہ حدیث بھی اجتہاد کی صحت پر دلالت کرتی ہے اور ہمارا عنوان بالا ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے عہد

میں غیر منصوص اور محتمل الوجوہ مسائل میں مجتہد کے لیے اجتہاد اور غیر مجتہد کے لیے تقلید کرنا جائز ہے۔اس کی دیگر مثالیں بھی احادیث میں ملتی ہیں لیکن ان دو مثالوں پر اکتفاء کرتے ہیں۔

جس طرح اجتہاد سے استنباط حکم جائز ہے اسی طرح اجتہاد سے حدیث کو معلل سمجھ کر مقتضائے علت پر عمل کرنا بھی جائز ہے۔مطلق کو مقید کرنا اور ظاہر الفاظ پر عمل نہ کرنا حدیث کی مخالفت نہیں۔اس عنوان کو ثابت کرنے کے لیے دو مثالیں پیش خدمت ہیں:

عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال قال النبی ﷺ یوم الأحزاب لایصلین أحد العصر الا فی بنی قریظة ، فأدرك بعضهم العصر فی الطریق ، فقال بعضهم لا نصلی حتی ناتیها ، وقال بعضهم بل نصلی لم یرد منا ذلك فذكره ذلك للنبی ﷺ فلم یعنّف واحدا منهم . [بخاری، کتاب المغازی[۶۴] باب: مرجع النبی من الاحزاب، حدیث:۴۱۱۹]

غزوہ احزاب میں آپ ﷺ نے فرمایا: عصر کی نماز بنی قریظہ میں پڑھیں اور کہیں نہ پڑھیں۔بعض صحابہ کو راستہ میں عصر کا وقت آیا تو صحابہ کی رائے مختلف ہوئی۔بعض نے ظاہر الفاظ حدیث پر عمل کرتے ہوئے راستہ میں عصر کی نماز نہیں پڑھی اور بعض نے پڑھ لی اور ظاہر الفاظ حدیث پر عمل نہیں کیا۔آپ ﷺ کو ذکر کیا گیا۔آپ نے کسی پر بھی ملامت نہیں فرمایا۔

اس واقعے میں بعض نے قوت اجتہادیہ سے اصلی غرض سمجھ کر جو کہ أحد الوجهين المختلفين ہے۔نماز پڑھ لی مگر آپ ﷺ نے اُن پر ملامت نہیں کی کہ تم نے ظاہر معنوں کے خلاف کیوں عمل کیا اور اُن کو بھی عمل بالحدیث کا تارک نہیں قرار دیا۔جس شخص کو قوت اجتہادیہ حاصل نہ ہو اُس کو اجتہاد کرنے کی اجازت نہیں، ممکن ہے کہ حافظ حدیث ہو اور مجتہد نہ ہو مثلاً: أصاب رجلا جرح فی عهد رسول اللہ ﷺ ثم احتلم فأمر بالاغتسال فاغتسل فمات فبلغ رسول اللہ ﷺ فقال قتلوه قتلهم اللہ، انما شفاء العیّ السوال . [ابوداؤد کتاب الطہارۃ[۱] باب فی المجروح یتیمم حدیث:۳۳۶]

ایک شخص کہیں زخمی ہو گیا بعد میں اُس کو احتلام ہو گیا۔ساتھیوں نے اُس کو غسل کرنے کا حکم کیا۔اُس نے غسل کیا اور مر گیا۔یہ خبر رسول اکرم ﷺ کو پہنچی۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں نے

اُس کو قتل کیا پس معلوم ہوا کہ فتویٰ دینے والے اجتہاد کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے، اس لیے اُن کے لیے فتویٰ قیاس سے دینا جائز نہیں رکھا گیا۔

عن عبد الله ﷺ عن رسول الله أنزل القرآن على سبعة أحرف ، لكل آية منها ظهر بطن ولكل حد مطلع . [مسند ابی یعلیٰ، مسند عبداللہ بن مسعود[۱۱۳] باب حدیث:۵۱۴۹]

ہر آیت کا ایک ظاہر ہے ایک باطن ہے اور ہر حد کے لیے طریقہ اطلاع جداگانہ ہے یعنی مدلول ظاہری کے لیے علوم عربیہ اور مدلول خفی کے لیے قوت فہمیہ۔

تقلید شخصی مشروع ہے

عن حذيفة اليمان ﷺ قال قال رسول الله ﷺ : انی لا أدری ما قدر بقائی فيكم ، فاقتدوا بالذين من بعدی ،وأشار الیٰ أبی بكر وعمر . [ترمذی، کتاب المناقب[۴۶] باب: مناقب عمار بن یاسر حدیث:۳۷۹۹]

”حذیفہ ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ تم لوگوں میں کب تک (زندہ) رہوں گا۔ تم ان دو شخصوں کا اقتداء کرنا جو میرے بعد ہوں گے اور ابوبکر ﷺ اور عمر ﷺ کی طرف اشارہ کیا۔“

ظاہر ہے کہ خلیفہ ایک ہوگا تو اُس کی اتباع کا حکم ایک شخص معین کی اتباع کا حکم ہے تو اس سے مشروعیت تقلید شخصی معلوم ہوتی ہے۔

اس زمانے میں تقلید شخصی ضروری ہے

ایک چیز کا ضروری ہونا دو طریقوں سے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ قرآن وحدیث میں خصوصیت کے ساتھ کسی امر کی تاکید ہو جیسے نماز اور روزہ وغیرہ۔ دوسرا یہ کہ خود تو کہیں تاکید نہیں آئی مگر جن اُمور کی قرآن وحدیث میں تاکید آئی ہے، اُن پر عمل کرنا بدون اس امر کے عادتاً ممکن نہ ہو۔ اس لیے اس امر کو بھی ضروری کہا جاتا ہے کیوں کہ مقدمہ واجب واجب ہوتا ہے۔ تقلید شخصی کو ضروری اور واجب کہا جاتا ہے یہ وجوب بالغیر ہے، وجوب بالذات نہیں۔ اس لیے تقلید شخصی کی وجوب کے لیے نص پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ چند اُمور ملاحظہ کیجئے:

[۱] علم اور عمل میں اخلاص نیت ضروری ہے۔

[۲] خواہش نفس پر دین کا غالب ہونا۔

[۳] ایسے چیز سے بچنا جس میں اندیشہ ہو ضرر دین کا۔

[۴] اہل حق کی اجماع کی مخالفت نہ کرنا۔

[۵] دائرہ احکام شرعیہ سے نہ نکلنا۔

تقلید شخصی نہ کرنے پر ان پانچ اُمور میں خلل اور نقصان پڑتا ہے اور ذکر کردہ پانچ چیزیں یقیناً نصوص شرعیہ سے واجب ہیں اور ترک تقلید شخصی سے اُن میں خلل پڑتا ہے لہٰذا تقلید شخصی واجب بالغیر ہے۔ اس باب میں نص کا مطالبہ کرنا لغو ہے۔ حاصل یہ کہ صرف اپنی فہم پر اعتماد ایک خطرناک چیز ہے اور اس فتنے کی بیخ کنی کے لیے نامور علمائے کرام میدان میں اُترے ہیں اور سعی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی سعی کو اپنی دربار لایزال میں قبول فرمادیں۔ اُن نامور علماء میں محقق العصر شیخ القرآن والحدیث مولانا امداد الحق حنفی شیوہ‌وی زید مجدہ بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی نئی تحریر ''الامداد المزید'' کے کچھ عنوانات اور مواضع کے مطالعے کی سعادت بخشی، دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ محترم کی زندگی میں برکات کا اضافہ فرمادیں اور اُن کی تحریر اور سعی کو شرف قبولیت بخشیں اور علمائے کرام وطلباء دین دونوں طبقوں میں الامداد المزید مقبول فرمادیں۔

آمین یارب العالمین

الاحقر سراج الدین عفی عنہ

مفتی اعظم اشاعۃ التوحید

دار القرآن پنجپیر (صوابی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیف أحمد القدوس السّلام ولا أستطیع الشکر لخالق الأنعام والإنعام له صفات الجلال والأکرام، خلق الأرض والسّماوات فی سبعة أیام، وخلق الأرحام والأقلام، والنّخل باسقاتٍ ذات ا لأکمام، وشرع لناالحلال والحرام، وبیّن الحدود وشرائع الاسلام، وأتقن النّظام البدیع بالابرام والاحکام. سبحان الّذی خلق بقدرته أولوا الأحلام کالأعلام، وقسّم الاحلام والأفهام، وحرّم عبادة المخلوق والأصنام، خصّ بلطفه المجتهدین لاستنباط اللآلی والأحکام. ثمّ الصلوٰة والسّلام علیٰ سیّد الأنام، الّذی بعثه العلّام لتبلیغ الرسالة بالبرهان التّام، اطمئنّ المسلمون بکلامه البلیغ لأنّ کلام الملوك ملوك الکلام، ولأنّ القول ماقالت حزام، فقوله وفعله وسکوته مصدرالشریعة للخواص والعوام. اللّهمّ صلّ علیه بعدد من صلّی وصام، واستیقظ ونام، وقعدوقام، اللّهمّ ارحم المجتهدین لاسیّما الامام الهمام،الذین رفعوا لواء الاسلام،وجنّبناالشروروالآثام والأسقام، وقناعذاب النّارالتی هی مأویٰ الألد الخصام. أمّابعد!

ہر ہوش مند، عقل مند، غیرت منداور سینہ میں دل رکھنے والے کواحساس ہے کہ امت مسلمہ پر چند سالوں سے ہر قسم کے مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اغیار اور دشمنان اسلام صحیح اسلام کوخطرناک شکل میں پیش کر کے مکروہ پروپیگنڈہ کے پھیلانے میں ایک دوسرے سے بڑھ کر نکلنے کے لیے کوشاں ہیں۔ صحافت کے نام پر غلام میڈیا علمائے حق، مدارس، مساجد، مراکز اسلامیہ اور پاکستان کے صحیح محافظین کو بدنام کرنے کی سازش جاری رکھے ہوئے ہیں اور قرآن وسنت کی دعوت دینے والوں کی کردارکشی پر بدکردار نازاں وفرحان ہیں۔

وقت کی آواز اور اخلاص کا تقاضا ہے کہ ایک ہی بے غرض پلیٹ فارم پر پوری اُمت مسلمہ ایک ہی ایجنڈا لے کر جمع ہوتا کہ سازشی عناصر اسلام کے مبارک جسم کے پیٹ میں اپنے پیٹ کے آب ودانہ زیادہ کرنے کے لیے مزید چھریاں نہیں گھونپیں اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر باطل اور فرعونیت کا ڈٹ کر علمی مقابلہ کرے۔ انارکی، بربریت اور انتشار وخلفشار کا ستیاناس

ہو۔اب بھی بعض ناعاقبت اندیش ڈیڑھ اینٹ کی مسجد اور خانہ ساز تحقیق بلکہ تدقیق کی آڑ لے کر اپنے مکروہ عزائم کے چھوڑنے والے نہیں۔دوراندیشی کو پس پشت ڈال کر مکروہ عزائم رکھنے والے اندھوں کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی اور وہ یہ کہ شعوری یا غیر شعوری طور پر دیدہ دانستہ یا نادانستہ اپنے پاؤں پر کلہاڑیوں کے وار سے مرگ مفاجات کو دعوت دے کر ایجنڈا پورا کرتے ہیں۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے اَزل سے ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

دادِ تحقیق کے فکر میں چند بے ہوش عقل کل کے دعوی کرنے والے مجتہدین عظام اور خصوصاً امام ابوحنیفہؒ پر کیچڑ اچھالتے ہیں۔وساوس پھیلاتے ہوئے مختلف پاپڑ بیل کر پرانے اعتراضات اور وَساوس کے پھیلانے کا مہم آج بھی جاری ہے اور دین کی اس خدمت پر بعض لوگ پھولے نہیں سماتے۔فیا للأسف. بعض دوستوں کے توجہ دلانے کے بعد ضرورت محسوس ہوئی کہ فقہ حنفی کے خلاف محاذ قائم کرنے والوں کے سوالات اور شبہات مع جوابات حیطۂ تحریر میں لایا جائے۔لامذہبیت ،تقلید اور اجتہاد سے متعلق یار لوگوں کے بڑوں نے جو بودے اور بوڑھے اعتراضات کیے ہیں جن پر چھوٹے آج بھی جگالی کرتے ہیں۔اُن کے جوابات اپنے اکابرین کی عبارات کی روشنی میں ایک جگہ جمع کیے جائیں۔آنے والے مباحث اور مختلف بکھرے معلومات اور موضوعات طلبہ علم کی علمی تشنگی دور کرنے کی ایک طالب علمانہ کوشش ہے۔اس کتاب سے پہلے بھی کافی عرصہ ہوا ہے بندہ نے حتی الوسع اسی حقیقت کو آشکارا کرنے کی کوشش کی تھی۔کھل کر مزید کچھ مباحث اس لیے جمع کیے گئے ہیں تاکہ مسئلہ خوب واضح ہو اور اکابرین کا موقف کھل کر سامنے آنے میں مزید آسانی ہو۔اللہ تعالیٰ وطن عزیز پاکستان اور ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

دعا گو و دعا جو

امداد الحق موضع شیوہ تحصیل رزڑ ضلع صوابی

اجتہاد، تقلید، حنفیت اور لا مذہبیت کا حاصل مطالعہ

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیریؒ اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ علم کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر اور توحید و سنت کے سدا بہار دو باغ تھے۔ مفسر مولانا عبدالسلام صاحب رستمیؒ نے اپنی کتاب التبیان کے ابتدائی خطبہ کے بعد ہی لکھا ہے:

"لما جنیت الثمار من البستانین و ارتویت من البحرین."

کہ جب میں نے ان دو باغوں کے پھل توڑے۔ اور ظاہر ہے کہ پھل کھانے اور کھلانے کے لیے توڑے ہوں گے اور اس کے بعد پیاس لگنا ایک فطری تقاضا ہے تو پھر انہی دو سمندروں سے پانی صرف پیا نہیں بلکہ خوب سیراب بھی ہو چکے ہیں۔ انہی علمی سمندروں اور توحید و سنت کے آفتاب و ماہتاب کی چمک دمک، حرارت، دن رات کی محنت اور عام فیضان سے شرک و بدعت کے گرم ترین بازار الحمدللہ آج صرف سنسان نہیں بلکہ اُن کے جنازے نکل رہے ہیں۔ صرف دفن کی ضرورت ہے۔ اُن کی زندگی کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین کا دفاع بھی تھا۔ شیخ القرآن مولانا محمد طاہرؒ اپنی مایہ ناز کتاب اُصول السنۃ میں افراط و تفریط سے بچتے ہوئے تصویر کے دونوں رخ بتلاتے ہیں:

منها اتباع الأكابر والامتنان بسنة الرجال وهذا من حجج المشركين الضالين.

﴿بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا﴾ .

یعنی بڑوں کی (بے دلیل) تابعداری اور لوگوں کے طریقوں پر چلنا یہ گمراہ مشرکوں کے دلائل میں سے ہیں۔ (بلکہ ہم اس کی تابعداری کریں گے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے)۔

اور تصویر کا دوسرا رخ بھی بتلاتے ہیں۔ فانہم

"ولیس کذلك اتباع الأئمة المجتهدین فلهم كانوا علی هدی مستقیم."

[اُصول السنۃ:۱۷]

"اور ائمہ مجتہدین کی تابعداری اسی طرح نہیں کیوں کہ وہ ہدایت کے سیدھے راستے پر تھے۔"

ائمہ مجتہدین عقل وعلم کے اعتبار سے ہدایت یافتہ اور اپنی مثال آپ تھے جبکہ مشرکین کے اکابر علم وہدایت سے بالکل خالی تھے۔اور اپنی دوسری کتاب پر افراط کرنے والوں کی تردید کی ہے:

"کما وقع بعض الجهلة من الحنفية انّ کلاّ من عیسیٰ علیہ السلام والمهدی یقلدان الامام الأعظم ویفتخرون بذلك." [ضیاء النور: ۲۴۸]

"جیسا کہ بعض جاہل احناف کہتے ہیں کہ مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام دونوں امام اعظم کی تقلید کریں گے اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں۔"

نوٹ: شیخ القرآن علامہ محمد طاہرؒ علمائے دیوبند کے عظیم سپوت تھے، "دارالعلوم دیوبند" جو مولانا محمد عبید اللہ الاسعدی القاسمی کی تصنیف ہے اسی کتاب کے ص ۱۲۶ پر ہے:

"ومن علماء دیوبند فی باکستان الشیخ محمد. طاہرؒ." اور جگہ جگہ کتاب میں اُن کے تصانیف بھی ذکر کیے ہیں۔

شیخ القرآنؒ نے اگر امام شافعی کا قول نقل کیا ہے:

"اذا رأیتُ رجلا من اصحاب الحدیث فکأنی رأیت رجلا من أصحاب النبی ﷺ."

[ضیاء النور: ۹]

"جب میں اصحاب حدیث میں سے ایک آدمی دیکھ لوں گویا کہ میں نے ایک صحابی کو دیکھا۔"

لیکن اس سے آج کے دور میں صوبہ خیبر پختونخواہ کے برائے نام غیر مقلد جن کا ایک تاریخی پس منظر ہے ہرگز مراد نہیں کیونکہ اسی کتاب میں مولانا عبدالحی لکھنویؒ کے حوالہ سے نقل ہے:

"وشتّان مابینهم وبین أهل الحدیث." [ضیاء النور: ۱۸۶]

کہ انہی غیر مقلدین اور اہل حدیث کے درمیان کافی فرق ہے۔

مثلاً ایوب سختیانی کا قول نقل کیا ہے:

"انی لأُخبر بموت الرجل من أهل السنة فکأنما أُفقد أعضائی." [ضیاء النور: ۸]

"اہل سنت میں سے ایک آدمی کی وفات کی خبر سے میرا اندام گم ہو جاتا ہے۔"

تو کیا اہل سنت سے شیخ القرآن کا مراد آج کل کے نام نہاد اہل سنت جو حقیقۃ مبتدعین یا مشرکین ہیں مراد ہے؟ یہ توتوجیہ القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ والی بات ہوئی۔ شیخ القرآن نے بے نظیر کتاب نیل السائرین کے آخر میں اپنے نام کے ساتھ "الحنفی مذھبا" لکھ کر اپنی کتاب کو ختم کیا۔

اب شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کے متعلق عرض یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی دین کے اعتقادیات وضروریات کے بیان کے لیے وقف کر چکے تھے۔ لیکن جب حنفیت اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے دفاع کا نازک موقع پہنچا تو پھر اس میدان میں کسی سے پیچھے بھی نہیں رہے۔ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی کے شیخ القرآن نمبر میں مولانا بشیر احمد خوشابی کا ''نقوش زندگی'' کے عنوان پر ایک مضمون کا پیرگراف ملاحظہ ہو:

اہل حدیث حضرات کے ساتھ تعارض وتقابل سے کتراتے تھے اور فرمایا کرتے تھے:

''اُن کے ساتھ فروعی اختلافات ہیں۔ راجح ومرجوح، اولیٰ غیر اولیٰ کا اختلاف ہے، حق وباطل کا اختلاف نہیں لیکن جب چند حضرات اہل حدیث نے بصورت اشتہارات احناف کی نمازوں کے باطل ہونے کا اعلان کیا اور قراءت خلف الامام کے مسئلہ پر مناظرہ کا چیلنج دیا تو مولانا مناظرہ کے لیے تیار ہو کر میدان مناظرہ میں نکل آئے۔ حکام وقت کی مداخلت سے مناظرہ تو نہ ہوا لیکن مولانا نے اہل حدیث حضرات سے لکھوا لیا کہ ہم آئندہ کسی کی نماز کو نشانہ نہیں بنائیں گے۔ ایک دفعہ بعض ناعاقبت اندیش لوگوں نے پنڈی گھیپ پر تراویح میں مناظرہ رکھ دیا اور چیلنج دیا۔ مولانا کو مجبوراً میدان مناظرہ میں آنا پڑا۔ مولانا صدر تھے اور ہماری جماعت کے نوجوان فاضل قاضی عصمت اللہ صاحب مناظر تھے قاضی صاحب نے جب بڑے بڑے اکابرین خصوصاً امام ابن تیمیہؒ کے فتاویٰ سے بیس ۲۰ رکعت تراویح کا اصل بحوالہ جمہور پیش کیا تو ایک بریلوی مولوی نے قاضی صاحب کی پیشانی کا بوسہ لے لیا۔'' [شیخ القرآن نمبر:۳۹،۳۶]

اسی شیخ القرآن نمبر میں حافظ ریاض احمد اشرفی صاحب کے مضمون میں ہے:

''مولانائے محترم نے بہت سے مناظرے بھی کیے۔ زیادہ تر مناظرے حضرات شیعہ پھر حضرات بریلویہ اور بہت کم اہل حدیث سے بھی ہوئے۔'' [شیخ القرآن نمبر:۷۲]

قاری حبیب الرحمن صاحب اپنے مضمون میں لکھتا ہے:

''مسلکاً آپ کٹر حنفی تھے۔ تقلید میں بالکل لچک نہیں تھی۔ برملا فرمایا کرتے تھے کہ عدم فاتحہ خلف الامام اور بیس تراویح کے بے شمار دلائل رکھتا ہوں چنانچہ کئی بار غیر مقلدین سے الجھاؤ بھی ہوا۔''

[شیخ القرآن نمبر:۱۱۶]

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ .[سورۃ الانعام] کے نیچے لکھا ہے:

''جو شخص اس سے فقہائے اسلام اور ائمہ دین کا باہمی فروعی اختلاف مراد لیتا ہے وہ قرآن میں صریح تحریف کا مرتکب ہے۔'' [تفسیر جواہر القرآن]

جماعت اشاعت التوحید کا تعلق احناف سے ہے، مفسر مولانا عبدالسلام رستمی صاحب لکھتے ہیں:

''مع انهم يقولون للحنفية من جماعة اشاعة التوحيد والسنة أنهم غير مقلدين ويفترون عليهم بالنّقل من غير المذاهب ،ان يقولون الاّ كذبا. [التبیان:۱۴۱]

یعنی یہ بدعتی جماعت اشاعت التوحید کے احناف کو غیر مقلدین کہتے ہیں اوران پر دیگر مذاہب سے نقل کرنے کا بہتان گھڑتے ہیں۔ یہ بدعتی نہیں کہتے مگر بڑا جھوٹ۔ اسی طرح شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کے متعلق علامہ شہسوانی لکھتے ہے:

''نحن أيضا فى الفروع علىٰ مذهب الامام أحمد بن حنبل رحمه الله تعالىٰ ولاننكر علىٰ من قلّد أحد الأربعة دون غيرهم .'' [صیانۃ الانسان:۴۹۲]

یعنی فروع میں بھی ہم امام احمدؒ کے مذہب پر ہیں اور جولوگ چار اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کرتے ہیں۔ اوران چار کے علاوہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تو ہم ان پر انکار نہیں کرتے۔

اسی طرح الہدیۃ السنیہ میں بھی ہے۔

فلسفۃ التشریع فی الاسلام نامی کتاب کے مصنف بیروت کے ڈاکٹر صبحی صالح ہے

اوراس کا ترجمہ محمد احمد رضوی نے کیا۔ وہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

''آج کل مملکت عربیہ سعودیہ کا یہی (حنبلی) مذہب ہے اور جزیرۃ العرب کے دیگر علاقوں میں بھی اس مذہب کے پیروکار پائے جاتے ہیں .... شیخ محمد بن عبدالوہابؒ نے اس مذہب کی اشاعت بہت سے رسائل کے ذریعہ سے کی۔ جو آسان عبارت میں مرقوم تھے جیسے رسالہ القواعد الأربعة، كتاب كشف الشبهات اور كتاب مسائل الجاهلية. اُن کی تمام زندگی اس صبر آزما جدوجہد، ایثار اور قربانی سے لبریز ہے جو اُنہوں نے اس مذہب کے بنیادی اُصول اور مبادی کی اشاعت کے لیے کی۔''

اسی طرح لکھتے ہیں کہ:

''ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کے بعد محمد بن عبدالوہابؒ نے مذہب حنبلی کی تجدید کی۔''

[فلسفۃ التشریع فی الاسلام: ۴۶]

علامہ ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کے متعلق حنفی عالم ملا علی قاریؒ نے مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں لکھا ہے:

"انهما كانا من أهل سنة ومن أكابر أولياء هذه الأمة."

''یہ دونوں اہل السنۃ اور اس اُمت کے بڑے بڑے اولیاء میں سے تھے۔''

مبتدعین آج کل اہل سنت اپنے آپ کو کہتے ہوئے نہیں تھکتے اور اولیاء کی محبت کے نعرے لگانا عشق رسول کی بڑی علامت سمجھتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ اہل سنت کے ان دو بڑے ولیوں کے ساتھ اُن کی دشمنی ہے۔

علامہ ابن قیمؒ کے متعلق نواب صدیق حسن خانؒ نے علامہ شوکانی سے نقل کیا:

"وغلب عليه حب ابن تيمية حتى كان لا يخرج عن شيء من أقواله بل ينتصر له في جميع ذلك." [التاج المکلل: ۴۱۸، بحوالہ غیر مقلدین کی ڈائری]

مولانا ڈاکٹر سراج الاسلام صاحب حنیف لکھتے ہیں:

''تتلمذ لشيخ الاسلام ابن تيمة حتى كان لا يخرج عن شيء من أقواله، بل ينتصر

له في جميع ما يصدر عنه." [تحقیق الاثار المرفوعۃ:۷]

''ابن تیمیہ سے شرف تلمذ حاصل کیا یہاں تک کہ وہ اُس کے کسی قول سے باہر کبھی نہ نکلتے بلکہ ان تمام اقوال میں اُن کے امدادی تھے۔''

کیا قضیہ اتفاقیہ ہے کہ استاد کی موافقت ہر ہر مسئلہ میں شاگرد رشید کو حاصل ہوئی؟

علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے:

"رجل معين يجعل قوله عيارا على القرآن والسنن فما وافق قوله منها قبل وما خالفه لم يقبل ويقبل قوله بغير حجة ويرد قول نظيره أو أعلم منه والحجة معه فهذا الذي أنكرناه وكل عالم على وجه الأرض يعلن انكاره وذمه وذم أهله."

[اعلام الموقعین ۲:۲۴۵]

یعنی اس طرح تقلید نا جائز ہے کہ اُس کے قول کو قرآن وسنت پر بھی برتری دے اُس کا قول اگر قرآن وسنت کے خلاف ہو تو قرآن وسنت کو نہیں لیتا اور اُس امام کا قول بغیر حجت کے لیتا ہے۔

جہاں تک ایک معین شخص کی بات ماننے کا تعلق ہے تو التاج المکلل کے حوالہ سے گزر گیا کہ علامہ ابن قیمؒ خود اپنے شیخ کی محبت سے مجبور ہو کر یہی کچھ کیا کرتے تھے۔ جبکہ ہمارے احناف کے نزدیک تقلید شخصی کا مطلب مولانا محمد اسماعیل سنبھلیؒ نے اس طرح لکھا ہے اور وہ بھی (تنبیہ) کا عنوان دیتے ہوئے کہ امام ابن معین کی تقلید کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے تمام مجتہدات پر عمل کرنا لازم اور ضروری ہے بلکہ امام سے منقول اُن کے مستنبط مسائل میں سے جو مفتیٰ بہا ہیں، اُن پر عمل کرنا کافی ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ مجتہد مطلق کا وہ مسئلہ استنباط کیا ہوا ہو بلکہ مجتہد کے اُصول استنباط کے مطابق جو بھی قابل اعتماد عالم (خواہ وہ امام کا تلمیذ ہو یا نہ ہو) استخراج مسائل کرے اور اس پر فتویٰ دیا جائے تو اس پر عمل کرنا صحیح ہوگا اور یہ مجتہد کی تقلید سے اعراض نہیں سمجھا جائے گا یہی معنی تقلید کے ہیں۔ مثلاً مذہب حنفی میں اکثر مسائل مختلف فیہا میں امام صاحب کچھ فرماتے ہیں اور صاحبین کچھ اور فرماتے ہیں مگر فتویٰ کسی ایک کے قول پر ہے پس مسائل مفتیٰ

بہا کے اعتبار سے مذہب حنفی میں ایک خاص مذہب نکل آیا تو رفع فساد کے لیے اس کی تقلید کی جائے گی اور یہی درحقیقت تقلید شخصی ہے۔اب اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ کبھی امام کے قول پر اور کبھی اُن کے تلامذہ کے قول پر عمل کیا گیا تو تقلید شخصی کہاں رہی؟ کیونکہ تقلید شخصی کا ظاہر مفہوم تو یہ ہے کہ ایک ہی شخص کی تقلید اور پیروی کی جائے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر لفظ شخصی بمعنیٰ معین کے ہے لہٰذا تقلید شخصی کا مطلب مذہب معین کی تقلید کرنا ہے نہ کہ شخص معین کی۔

[تقلید ائمہ اور مقام امام ابوحنیفہ:۴۷]

کیونکہ اگر گہری نظر سے دیکھ لیں تو یہ غیر مقلد تقلید نہ کرتے ہوئے بھی تقلید کرتے ہیں مولوی عبدالعزیز نورستانی نے اپنوں کے متعلق جرأت سے کام لے کر واقعی سچ لکھا ہے:

''جب کسی فعل کا ثبوت نماز کے اندر ثابت نہیں، اس کو نہیں کرنا چاہئے لیکن ہمارے اہل حدیث بعض وقت ایسی اندھی تقلید کرتے ہیں کہ مقلدین سے بھی اُن کی تقلید بدتر ہوتی ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔'' [الدلیل الواضح:۱۷۳]

اب بعض وقت بھی ہی سہی لیکن ایسی بدتر تقلید کرنے والوں کو پھر غیر مقلد کیوں کہتے ہیں؟ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے یہ گتھی یوں سلجھائی اور فرقہ اہل حدیث کو جو غیر مقلد کہا جاتا ہے وہ اس اعتبار سے ہیں کہ وہ ائمہ اربعہ کی تقلید نہیں کرتا ورنہ حقیقت میں، وہ بھی مقلد ہیں کیونکہ غیر مقلدیت خود ایک مکتب فکر ہے۔چنانچہ جو بھی اہل حدیث ہے وہ اپنا مسئلہ اہل حدیث عالم ہی سے پوچھتا ہے جس طرح ایک حنفی اپنا مسئلہ کسی حنفی عالم ہی سے پوچھتا ہے پس یہی تقلید شخصی نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر اہل حدیث حقیقی معنی میں غیر مقلد ہوتے تو اپنے پیش آمدہ مسائل صرف اپنے علماء سے نہ پوچھتے بلکہ ہر عالم سے پوچھتے خواہ وہ حنفی ہو یا شافعی یا اہل حدیث۔مگر سب جانتے ہیں کہ وہ اپنے ہی علماء سے مسائل پوچھتے ہیں پس معلوم ہوا کہ وہ بھی دوسروں کی طرح مقلد ہیں۔

[ادلہ کاملہ:۸۸]

بریلوی حنفیت

بریلوی مکتبہ فکر سے وابستہ علماء بھی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں اور اُن کے بڑوں نے مقیاس حنفیت وغیرہ کتابیں لکھی ہیں لیکن دیوبندی جماعت کے سرخیل مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ لکھتے ہیں:

''چونکہ حضرات علماء دیوبند ایدہم اللہ تعالیٰ بتائیدہ وکثرہم اللہ تعالیٰ بکرمہ سچے حنفی ہیں۔ یہ نہیں کہ حنفیت کا نام بدنام کرے اور بدعت میں سر سے پیر تک ڈوبے ہوئے مقلد ہیں مگر امام صاحب کے اور چہر تقلید اُن کا شیوہ نہیں کہ نام تو امام صاحبؒ کی تقلید کا ہو اور حقیقت میں اپنی تراشیدہ بدعات کے دلدادہ ہو جن کا قرآن وحدیث میں تو کیا فقہ میں بھی نام ونشان نہیں۔''

[توضیح المراد لمن تخبط فی الاستمداد:١٦]

یہاں اس کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ ہم مقلد امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے ہیں۔ اگر کسی فقہ کی کتاب میں چند مسائل قرآن وسنت کے خلاف ہوں۔تو ہم ان کو قطعاً نہیں مانتے۔ فقہ الاحناف کا مقام الگ ہے اور ہمارے ائمہ مجتہدین سے جو مسائل تواتر کے ساتھ ثابت ہیں تو ان صحیح مفتیٰ بہا مسائل کا مقام الگ ہے۔ہم مقلدوں کے نرے مقلد نہیں۔

مولانا مناظر احسن گیلانی اس لیے لکھتے ہیں:

''سیوطی نے اپنی کتاب الاشباہ والنظائر میں علم فقہ کے متعلق بالکل صحیح لکھا: ان الفقه معقول من منقول. فقہ ایک عقلی علم ہے جو منقول سے حاصل کیا گیا ہے۔'' (الاشباہ ١، ٥ طبع دائرۃ المعارف دکن)

اور بحر الرائق ١:٧ مقدمہ میں ہے:

"اعلم أن معنى الفقه في اللغة الوقوف والاطلاع ، وفي الشريعة الوقوف الخاص وهو الوقوف على معاني النصوص واشاراتها ودلالاتها ومضمراتها ومقتضياتها والفقيه اسم للواقف عليه ."

تو گویا فقہ کے یہ معنی نہیں کہ شریعت میں اپنی طرف سے کسی چیز کا اضافہ عقل کرتی ہے بلکہ وہی

بات یعنی نتائج واحکام کا جو روغن وحی ونبوت کے ان معمولات میں چھپا ہوا تھا عقل کی مشین ان ہی کو اپنی طاقت کی حد تک ان سے نچوڑنے کی کوشش کرتی ہے۔" [تدوین فقہ ۳۲]

اوراس کی مثال یوں دی کہ آپ کی مشین کسی لیموں سے اس کے سارے رس کو نچوڑ کر اگر باہر نہیں نکال سکتی اوراس سے طاقتور مشین نے لیموں کی انہی قاشوں سے جنہیں آپ نے پھینک دیا تھا اگر کوئی اور زیادہ عرق نکال لے تو کیا آپ کا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ لیموں کے اندر کا عرق نہیں بلکہ باہر سے پانی ملایا گیا ہے؟



دیوبندیت اور حنفیت

آج کل دیوبند کا نام لینا بھی ایک فیشن بن چکا ہے۔ دیوبند کے بڑے بڑے علماء کے ساتھ صرف رحمہ اللہ اور رحمہم اللہ کہہ کر دیوبندیت کے تقاضے پورے کیے جاتے ہیں اور بدعت میں آلودہ بھی اپنے آپ کو دیوبندی کہتے ہیں۔ بھلا شرک و بدعت کرنے والوں کا دیوبند سے کیا تعلق؟ کیونکہ دیوبند وہ مضبوط قلعہ ہے جس سے بدعت کے ایوان اور شرک کے محلات ریزہ ریزہ ہو چکے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کی تعمیر کا اساسی پہلو بدعت کی تردید اور سنت کی ترویج وتشہیر تھی۔ دیوبندی کی تعریف ہے جو کتاب اور سنت صحیحہ کو تھامے ہوئے ہو اور بدعات وخرافات سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے تزکیہ باطن کرلے۔ (تفصیل کے لیے دارالعلوم دیوبند نامی مایہ ناز کتاب کا صفحہ: ۴۹ مطالعہ کریں)

محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ لکھتے ہیں:

"دیوبند قریة بقرب دهلی أصبح مرکز العلوم الشرعیه ومنارا للبدع واقامة السنة."

[معارف السنن ۴: ۴۰ باب ماجاء فی تاخیر السحور]

اسی دارالعلوم دیوبند کے دستور میں یوں درج ہے:

"مجلس شوریٰ کی ہیئت ترکیبیہ دفع ۱۲: تمام ارکان کا حنفی المذہب ہونا ضروری ہے۔"

[دستور اساسی دارالعلوم دیوبند: ۱۰، فتاویٰ رحیمیہ ۱: ۱۱]

وفاق المدارس العربیہ دیوبند کے ساتھ نظریاتی وابستگی رکھنے والوں کا پاکستان میں ایک عظیم ادارہ ہے اسی دستور وفاق کے دفعہ ۱۴ پر مدارس کے الحاق کا عنوان ہے۔ (الف) وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ساتھ الحاق کے لیے ضروری ہوگا کہ (۱) ادارہ اہل سنت والجماعت حنفی (دیوبندی) مسلک پر ہوگا۔ ص: ۱۱

اس لیے الحاق کرنے والے شرط کو ملحوظ رکھتے ہوئے شامل ہوں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ وہ عظیم شخصیت گزرے ہیں کہ برصغیر کے ہر طبقہ فکر کے علماء کے وہ استاد

ہیں، ایک جگہ لکھتے ہیں:

''وہ شخص کہ رفع الیدین کرتا ہے مجھے بہ نسبت رفع الیدین نہ کرنے والے کے زیادہ محبوب ہے۔''

[حجۃ اللہ ۲:۱۰، الابلاغ:۱۴]

یہ اور اس طرح کے بعض حوالے بعض لوگ شاہ ولی اللہ کی عدم حنفیت کے اثبات کے لیے پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ شاہ ولی اللہ کی تعلیم نامی کتاب میں شاہ ولی اللہ صاحب کا مزاج بتلایا گیا ہے:

''ایک طرف شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے والد اور چچا حنفی تھے تو دوسری طرف اُن کے مشائخ میں سے شیخ ابو طاہر مدنی اور اُن کے والد ماجد شیخ ابراہیم کردی شافعی مذہب کے پیرو تھے، چونکہ شاہ صاحب ان دونوں بزرگوں کے علم ودانش سے پوری طرح مستفیض ہوئے اس لیے کافی غور وفکر کے بعد آپ انجام کے راس نتیجہ پر پہنچے کہ ان دونوں مذاہب میں فی الواقع بنیادی طور پر کوئی فرق موجود نہیں۔ اس امتزاجی کیفیت کا ایک دلکش پہلو یہ تھا کہ شاہ صاحب اپنے وطن اور اہل وطن کے مذہب (حنفی) پر کاربند رہے لیکن عقلا شافعی مذہب کی توہین کبھی برداشت کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوئے۔ گویا بالفاظ دیگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ آپ عملاً حنفی تھے اور تعلیماً حنفی اور شافعی ہیں۔''

الہام الرحمٰن: ۲۳۲ پر ہے:

"انّہ حنفیّ عملا و حنفیّ و شافعیّ تعلیما."

یہ وضاحت اس لیے کی کہ شاہ صاحب جب شوافع کے مسلک کے کسی مسئلہ کی کچھ تائید کرتے ہیں تو یار لوگ اس کی کاروائی اپنے کھاتے میں ڈالتے ہیں۔ لیکن شاہ صاحب احناف وشوافع کے تقلیدی مکتبہ فکر کے درمیان خلیج کو قریب سے قریب تر کرنے کی کوشش فرماتے ہیں۔ اُن کے شیخ ابو طاہرؒ اور ان کے والد ماجد شافعی مسلک کے پابند تھے جو تقلید ہی کی ایک شکل ہے۔



پرویز اور مرزا انور الدین قادیانی کا تقلید سے انکار

پرویز لکھتا ہے:
میرا جرم یہی ہے کہ میں اپنے ہاں کے بدیہی مسلمات کو جن پر ہم تقلیداً چلے آرہے ہیں قرآن کی روشنی میں تجزیہ کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ [سلیم کے نام: ۱۴۸]
یہ اس طرح کی بات ہے کہ کہتے ہیں کہ حدیث کی روشنی میں فقہ کا تجزیہ ہم کرتے ہیں۔

ایک جگہ لکھتا ہے:
”رسول اللہ ﷺ نے احادیث کا کوئی مجموعہ مرتب کر کے اُمت کو نہیں دیا۔ اگر احادیث دین کا جزء ہیں تو کیا رسول اللہ ﷺ پر یہ فریضہ عائد نہیں ہوتا کہ وہ دین کے اس حصے کو بھی مستند طور پر مرتب کر کے امت کو دے کر جائے؟ احادیث کے مجموعے حضور کی وفات کے بہت عرصہ بعد لوگوں نے انفرادی طور پر مرتب کیے تھے۔“ [سلیم کے نام: ۴۴]
اور یہی اعتراض یار لوگ فقہ پر کرتے ہیں کہ اپنے مقلدین کو امام ابوحنیفہؒ نے فقہ کا یہ مجموعہ نہیں دیا بلکہ اُن کی وفات کے بہت عرصہ بعد لوگوں نے یہ مجموعے مرتب کر ڈالے۔

ایک جگہ پرویز لکھتا ہے:
”تقلید سے مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنی موجودہ ذہنی اور انسانی سطح پر مطمئن ہو کر بیٹھ جائے اور اس جمود کو ایسا مقدس سمجھے کہ اسے چھوڑنا تو ایک طرف اسے چھونے تک کے تصور سے اس پر کپکپی طاری ہو جائے۔“ [طلوع اسلام: ۴ نومبر ۱۹۶۶ء]
اس کا ایک آخری انکشاف ملاحظہ ہو:
”غیر شعوری طور پر اختیار کردہ عقائد کو منزہ عن الخطا سمجھ کر اُن کے گرد حصار عافیت کھینچنے کی کوشش کا نام تقلید ہی ہے۔“ [سلیم کے نام: ۳۰]
اور ان تمام شر انگیز کاروائی کا مطلب صرف احادیث کے انکار کے لیے میدان ہموار کرنا ہے اور یہی دین سوز کرتب وہ قرآن کی بلا شرکت غیرے خدمت سمجھتا ہے۔

اُس کے رنگ میں رنگے ہوئے ''تمنا عمادی'' نام کے ان لوگوں کے بقول ایک محقق گزرے ہیں۔
مطبع کا نام قرآنک سنٹر ہے۔اس مطبع نے اُس کی ''انتظارِ مہدی و مسیح'' نامی کتاب شائع کی ہے۔
اسی کتاب میں لکھتا ہے:

''اس کی ایک مثال ''باب نزول عیسیٰ بن مریم'' بھی ہے جس کو ٹھونسنے کی گنجائش کتاب الفتن میں تو یاران طریقت کو نہ ملی تو کتاب ''بدء الخلق'' میں بے جوڑ طریقے سے ایک باب قائم کر کے صرف دو حدیثیں اس میں (بخاری) بنا کر درج کر دیں جو غریب امام بخاری کے سر پڑ گئیں۔واللہ اعلم۔میرا حسن ظن یہی ہے کہ امام بخاریؒ ان موضوع و مکذوب حدیثوں کے ذمہ دار نہیں جو اُن کی کتاب میں پائی جاتی ہیں بلکہ جن لوگوں نے اُن کی کتاب میں ان موضوعات کو داخل کر دیا اُس کے ذمہ دار ہیں۔''

[انتظار مہدی و مسیح:۱۶۸]

اسی طرح بکواس آزادی اور حریت کے اس علمبردار نے دوسری جگہ یہ کی:
''روایت پرستی انسان کو جس طرح قرآن سے کوسوں دور پھینک دیتی ہے اس طرح رسول سے بھی بعید تر کر کے چھوڑتی ہے چنانچہ امام شعبہ نے اپنے حلقے سے فرمایا تھا: کلما تقدمتم فی الحدیث تأخرتم من القرآن (آج کل کہتے ہیں: کلما تقدمتم فی الفقه تأخرتم من الحدیث .اور اپنے آپ کو حدیث کے علمبردار سمجھتے ہیں:امداد) یہ ایک ایسا الہامی قول ہے کہ اس کا ثبوت بڑے بڑے محدثین کی تصنیفوں میں جا بجا دیکھنے میں آتا ہے انہماک فی الحدیث کی بدولت محدثین کس طرح قرآن سے غافل رہے ہیں۔'' [انتظار مہدی و مسیح:۲۲۵]

اُنہی سے سیکھ کر کہا جاتا ہے کہ انہماک فی الفقه کی بدولت متلدین کس طرح حدیث سے غافل رہے ہیں۔فیاللعجب .مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد حکیم نورالدین کا درجہ ہے بلکہ وہ دماغ کا درجہ رکھتے ہیں۔
مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے لکھا ہے:
''بعض مرتبہ اساتذہ سے مباحثہ ہوتا تھا اور اُن کا عدم تقلید کا رجحان اور اپنی رائے اور فہم پر اعتماد و اصرار کا اظہار ہوتا تھا۔'' [مرقاۃ الیقین ۹۵ بحوالہ قادیانیت مطالعہ و جائزہ ۳۴]

اسی طرح لکھتے ہیں:

''وہ مذاہب اربعہ کی تقلید کی بندش سے آزاد ہوئے اور اس میں اُن کو خاصا غلو رہا۔'' [مرقاۃ الیقین:۳۹]

اور اسی طرح لکھتے ہیں:

''اُس کے پر جوش تائید کرنے والے محمد حسین بٹالوی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔اُنہوں نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں اس پر ایک طویل تبصرہ یا تقریظ لکھی (براہین احمدیہ کے چار حصوں پر) جو رسالہ کے چھ نمبروں میں شائع ہوئی۔ پھر کچھ عرصہ بعد ہی مولانا مرزا صاحب کی دعاوٴں اور الہامات سے کھٹک گئے اور بالآخر وہ اُن کے مدمقابل بن گئے۔'' [مرقاۃ الیقین:۵۸]

ایک قادیانی مؤلف قاضی محمد یوسف پشاوری لکھتے ہیں:

''دَ خدائی دین او دَ حضرت محمد مذهب په څلورو مذهبونو او په دوو اویا (۷۲) فرقو کښی تقسیم شه.'' [تحفۃ النبوۃ:۲۴]

یعنی اللہ کا دین اور حضرت محمد ﷺ کا مذہب چار مذہب اور ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہوا۔

حالانکہ چار مذاہب جو صرف بعض فروعی مسائل میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں اس سے اللہ کا دین چار حصوں میں تقسیم نہیں ہوا۔ وَأَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ آیت کی تشریح میں علامہ شوکانی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

''لا تختلفوا فی التوحید والایمان باللّٰہ وطاعة رسله وقبول شرائعه فان هذه الأمور قد تطابقت علیها الشرائع وتوافقت فیها الأدیان فلا ینبغی الخلاف فی مثلها ولیس من هذا فروع المسائل التی تختلف فیها الأدلة وتتعارض فیها الامارات وتتبائن فیها الأفهام فانها من مطارح الاجتهاد ومواطن الخلاف.'' [فتح القدیر]

یعنی توحید اللہ پر ایمان رسولوں کی طاعت اور شرائع کا قبول کرنا ایسے اُمور ہیں کہ شرائع اور ادیان سارے ان پر متفق ہیں تو ان جیسی چیزوں میں خلاف مناسب نہیں لیکن فروعی مسائل اس طرح نہیں کیونکہ ان میں دلائل کا اختلاف، امارات کا تعارض اور فہم کا تبائن ہے اور اجتہاد و خلاف کا محل یہی فروعی مسائل ہیں۔

امام ابوحنیفہ کی شخصیت

امام بخاریؒ نے کتاب التفسیر میں سورہ حجر میں لکھا ہے:

''الامام کل ماائتممت واھتدیت بہ . جس کی تم اقتدا کرتے ہو اور اس کے ذریعے رہنمائی حاصل کرتے ہو وہ امام ہے۔ مشرکین اپنے بڑوں اور باپ دادوں کی تقلید کیا کرتے تھے وہ سارے کے سارے جیسے بے عقل اور بے علم تھے اس طرح لایھتدون کے بھی مصداق تھے۔''

امام بدرالدین زرکشی کی سلاسل الذہب نامی کتاب کا محقق محمد المختار بن محمد امین شنقیطی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"ھو الامام أبو حنیفة النعمان بن ثابت بن زوطی احد الأئمة الأربعة وھو أقدمھم سناً."

''امام ابوحنیفہ چاروں ائمہ میں سے تمام باقی تین اماموں سے عمر کے اعتبار سے بڑے ہیں۔''

عراقیوں کی لغت میں حنیفہ دوات کو کہا جاتا ہے اور امام صاحب علم کے رموز اور فتاویٰ لکھنے کے لیے ہمیشہ دوات اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے تو ابوحنیفہ کی کنیت سے مشہور ہو گئے اور یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس نے انس ﷺ کو دیکھا ہے تو تابعی ہوگا۔ اُن کے استادوں میں حماد بن ابی سلیمانؒ، عطاء بن ابی رباحؒ اور نافع مولیٰ ابن عمر ﷺ بھی ہیں جبکہ امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام زفرؒ وغیرہم ان کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اُن کی تالیفات میں "المخارج فی الفقہ" ہے اور حدیث میں ایک مسند ہے اور فقہ اکبر کتاب بھی اس کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ ۸۰ھ میں ولادت اور ۱۵۰ھ میں وفات ہے۔

[وفیات الاعیان ۵:۳۹، البدایہ والنہایہ ۱:۱۰۷، تذکرۃ الحفاظ ۱:۱۶۸، ابوحنیفہ لابی زہرہ]

شیخ شمس الحق عظیم آبادی سنن دارقطنی کی تعلیق میں لکھتے ہیں:

"لکن قال الذھبی مؤلف المیزان فی تذکرۃ الحفاظ أبو حنیفة الامام الأعظم فقیہ العراق و کان اماما ورعا عالما متعبدا کبیر الشان ، قال ابن المبارک أبو حنیفة أفقہ الناس ، وقال الشافعی: الناس فی الفقہ عیال علی أبی حنیفہ . وروی احمد بن محمد بن القاسم عن یحیٰ بن معین قال: لا باس بہ ولم یکن متھماً . ولقد ضربہ یزید بن ھبیرہ علی القضاء فأبی أن یکون قاضیاً وقال أبو داؤد : أن أباحنیفة کان اماماً."

[تعلیق سنن دارقطنی ۱:۳۲۳ ط دار المحاسن القاھرہ]

آخر میں بھی لکھا ہے کہ عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے تھے کہ:

''امام ابوحنیفہ افقہ الناس تھے۔ ثم قال : مارأیت فی الفقہ مثلہ."

بعض لوگوں کی یہ غلط فہمی ہے یا خوش فہمی ہے کہ عبداللہ بن مبارکؒ نے یہ تو فرمایا ہے کہ وہ فقہ میں بے نظیر تھے لیکن حدیث و آثار میں اس کا کوئی خاص مقام نہیں۔

اوّلا: حدیث اور فقہ ایک دوسرے کے قسیم نہیں خصوصا اُس زمانے کا فقہ اور نہ فقہاء محدثین کے حزب مخالف ہیں۔فرق دونوں میں یہی ہے کہ محدث کے نزدیک الفاظ حدیث کا حفظ مقدم ہوتا ہے جبکہ فقیہ کے نزدیک اُن کے معانی کا فہم مقدم ہے۔نیز امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ کے متواتر مسائل اُن کی فقہ میں آئے جیسے صحاح ستہ والوں کے اساتذہ کی حدیثیں صحاح ستہ میں آگئیں اور جیسے موضوع یا ضعیف احادیث کا محدثین کی کتابوں میں موجود ہونا کثرت کے ساتھ یقینی ہے اور احادیث ضعیفہ کے لیے سلسلہ وار مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن پھر بھی صحیح احادیث کا اُونچا مقام اپنی جگہ مسلم ہے۔اس طرح فقہ کی بعض کتابوں میں اگر چند مسائل غیر مفتی بہا ضعیف، موضوع اور بلا دلیل ہوں لیکن پھر بھی فقہاء کا اُونچا مقام اپنی جگہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔امام ترمذیؒ اپنے جامع میں میت کے غسل کے مسئلہ کی تحقیق کے بعد لکھتے ہیں: و كذلك قال الفقهاء وهم أعلم بمعاني الحديث .

ثانیا: عبداللہ بن مبارکؒ ہی نے امام ابوحنیفہؒ کے اثری اور محدثانہ خدمات کو نہایت ہی قدر سے بیان کیا ہے۔محمد بن اسحاق الندیمؒ لکھتے ہیں: قال بعض أصحاب الحديث وهو عبدالله بن المبارك. یعنی آنے والے اشعار کسی ایرے غیرے نتھو خیرے کے نہیں بلکہ ایک محدث کا اعتراف ہے۔

لقد زان البلاد ومن عليها — امام المسلمين أبو حنيفة
بآثار وفقه في حديث — كآيات الزبور على الصحيفة
فما بالمشرقين له نظير — ولا بالمغربين ولا بكوفة
رأيت الغائبين له سفاها — خلاف الحق مع حجج ضعيفة

[کتاب الفہرس: ۲۵۵ الفن الثانی من المقالۃ السادسۃ]

یہی عیب لگا کر حماقت اور ناسمجھی کے ارتکاب کرنے والوں کو عبداللہ بن مبارکؒ نے دیکھا ہے اور انہی کی شکایت مولانا مناظر احسن گیلانی اس طرح کرتے ہیں: کوفہ میں جب صحابہ کی اتنی بڑی تعداد آکر آباد ہوگئی تھی کہ صرف اصحاب الشجرۃ کے تین صد اور بدری اصحاب میں ۷۵ حضرات تھے۔ابن مسعود ؓ اور علی ؓ کی صحبت یافتہ بزرگوں سے مسلمانوں کی یہ چھاؤنی بھری ہوئی تھی۔اس کے ساتھ اس کا خیال کیجئے کہ ۵۵ حج امام صاحب نے کیے اور مسلسل دو ڈھائی سال حجاز میں رہے اور اہل علم میں رہے لیکن بایں ہمہ ناسمجھوں کا ایک گروہ ہے جو اب تک اس لطیفہ کو رٹتا جاتا ہے کہ امام کو آپ ﷺ کی کل سترہ حدیثیں معلوم تھیں حقیقت ہے کہ عقل سے دست بردار ہو جانے کے بعد آدمی سب کچھ کہہ سکتا ہے۔[امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی: ۸۶]

امام ابوحنیفہ کا مالداروں سے استغناء اور نام ونہاد اہل حدیث کا مالداروں سے ملنے کی تمنا

ماہنامہ مجلّہ اہل حدیث دہلی۔ کے ایڈیٹر حکیم اجمل خان اپنی جماعت کی کارروائی پر تبصرہ فرماتے ہیں:

"فی الوقت ہماری جمعیت مسلک کی دعوت وتبلیغ کے لیے نہیں بلکہ روپیہ، اقتدار کی ہوس کو پورا کرنے کا ذریعہ بن کر رہ گئی ہے۔ عوام کو بے وقوف بنایا جارہا ہے اور مسلک وجماعت کے نام اور منصب کو بلیک میل کیا جارہا ہے۔ جس شخص کے پاس جمعیت کا عہدہ اور منصب ہو وہ پہلے اُس کے ذریعے عرب دنیا میں چمکتا ہے پھر اپنے کاروبار کو وسیع کرتا ہے کیونکہ اس منصب کے ذریعہ دنیا اور عرب شیوخ تک رسائی بہر حال آسان ہو جاتی ہے اس لیے ان عہدوں پر دوبارہ آنے اور ہمیشہ برقرار رہنے کی کوشش کی جارہی ہے۔" [مجلّہ اہل حدیث انڈیا:۲، ۱۹۹۰ء بحوالہ حدیث اور اہل حدیث]

اسی طرح گھر کا دوسرا بھیدی حکیم محمد طارق محمود چغتائی لکھتا ہے:

"دور حاضر کے عالموں کے پاس سب کچھ موجود ہے زمینیں بھی ہیں، کاروبار بھی، کوٹھیاں بھی، موٹریں بھی اور بڑی بڑی ملازمتیں بھی اُن کے بیٹے سمندر پار یونیورسٹیوں میں پڑھتے ہیں اور کماتے بھی ہیں رہی سہی کسر جہادیوں نے پوری کردی ہے اب یہ کروڑوں میں کھیلتے ہیں اور اربوں کے خواب دیکھتے ہیں انہیں کیا ضرورت ہے اللہ سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی۔"

[علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف:۵۳]

درہم ودینار کی تفصیل کے لیے دیکھئے بندہ کی کتاب

"قوموں کے عروج وزوال میں درہم ودینار کا کردار"

لیکن آیئے امام ابوحنیفہ کا استغناء پڑھ کر یقین کرلیں کہ عنقاء شکار کس نشود دام بازچیں۔ امام محمد بن حسن شیبانی امام صاحب کے متعلق یہ روایت کیا کرتے تھے کہ والی کوفہ عیسیٰ ابن موسیٰ کے دربار میں ایک دفعہ امام نے عربی کے شعر پڑھے۔

کسرة خبز وقعب ماء ... وفرد ثوب مع السلامة

خیر من العیش فی النعیم ... یکون بعدها الملامة

[امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی:۳۲۹]

ابن عبداللہؒ امام ابوحنیفہؒ کا دفاع یوں کرتے ہیں:

''ابوعمر کہتے ہیں کہ اصحاب حدیث نے امام ابوحنیفہؒ کی مخالفت میں بڑی بے اعتدالی اور بہت زیادتی کی ہے ان لوگوں کا الزام ہے کہ ابوحنیفہؒ نے آثار میں رائے وقیاس کو داخل کیا لیکن یہ زیادتی ہے۔امام ابوحنیفہؒ نے اگر بعض اخبار احاد کو مسترد کیا ہے تو لگتی ہوئی تاویل سے کام لیا ہے اور یہ کوئی ایسی انوکھی اور مکروہ بات نہیں کہ اس طرح طعن وتشنیع کیا جائے۔امام ابوحنیفہؒ سے پہلے بھی بہت علماء اور ائمہ یہی کر چکے ہیں۔اُن کے زمانے میں بھی اور بعد کے زمانوں میں بھی یہی ہوتا رہا ہے۔امام ابوحنیفہؒ نے کوئی بدعت ایجاد نہیں کی جو کچھ کیا اپنے شہر کے اکابر مثلاً ابراہیم نخعیؒ اور اصحاب ابن مسعودؓ کی پیروی میں کیا ہے۔'' [العلم والعلماء اُردو:۲۳۸،۲۳۹]

خلیل بن محمدؒ المتوفی ۲۷۸ھ سمرقند کے قاضی گزرے ہیں۔اُس کے اشعار میں سے ایک شعر ہے۔

ساجعل لی النعمان فی الفقه قدوة وسفیان فی نقل الأحادیث سیّدا

[مختصر تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر ۵:۱۷۴]

احناف کا قواعد کلیہ ماننا

ترجمان السنۃ کی پہلی جلد میں ہے کہ حنفیہ نے اکثر مواضع میں اُصول کو جزئیات پر قربان نہیں کیا۔جب کسی بات میں اُن کے نزدیک صاحب شریعت سے ایک قاعدہ کلیہ ثابت ہو گیا پھر اُنہوں نے اس کے برخلاف جزئیات کو عموماً قابل تاویل سمجھا ہے مثلاً انسانی حاجت کے لیے بیٹھنے کا ایک آئین یہ ہے کہ قبلے کو اپنے سامنے کا یا پشت کی جانب نہ رکھنا چاہیے۔اس ضابطہ کو حنفیہ نے پہلے منقول اور معقول ہر طریق پر جانچا تولا۔جب اُن کے نزدیک ادب واحترام کا یہ آئین ثابت ہو گیا تو ابن عمرؓ کے صرف ایک جزی واقعہ کی بنا پر کہ اُنہوں نے ایک دفعہ پیغمبر ﷺ کو قضائے حاجت کے لیے قبلہ کی طرف پشت کیے ہوئے بیٹھے دیکھا تھا،اس ضابطہ کلیہ کی تاویل نہیں بلکہ اس واقعہ ہی کی کوئی توجیہ کر لینا زیادہ مناسب سمجھا۔اس کو ترک حدیث کہو یا عمل بالحدیث۔

احناف کو اکابر کی نصیحت

مفتی محمد شفیع فرماتے تھے:

''تم فقہی مذہب میں حنفی ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن حدیث نبوی کو حنفی بنانے کا تکلف کبھی نہ کرنا نیز مقدمہ فتح الملہم: ۷ جبکہ مولانا خیر محمدؒ فرماتے تھے کہ مذہب کو حدیث کے مطابق کرنے کی سعی کریں نہ کہ حدیث کو مذہب کے مطابق کرنے کی۔ اصل حدیث ہے اور مذہب اس سے ماخوذ ومستنبط۔ آثار خیر۔'' [وقفۃ مع لا مذھبیہ: ۵۱۶]

بعض نام نہاد اہل حدیث کا امام ابوحنیفہ کی توہین

''شیخ الاسلام مولانا مدنی اور اہل قلم'' نامی کتاب مکتبہ رشیدیہ ساہیوال نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں مولانا مدنی کی وفات کی مناسبت سے مختلف اخبارات ورسائل سے مضامین جمع کیے گئے ہیں۔ پندرہ روزہ اخبار اہل حدیث دہلی مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۵۷ء: ۳۶ پر ہے:

''جماعت اہل حدیث کے متعلق بھی وہ اپنے روایتی انتہا پسندی کا شکار ہوئے۔ اہل حدیثوں کے خلاف اُن کی زبان ہمیشہ برسر پیکار رہی یقیناً مستقبل کا مؤرخ اس حادثہ کو نہایت درد اور کرب کے ساتھ نقل کرے گا کہ مولانا حسین احمدؒ کے زمانے میں دارالعلوم دیوبند سے اہل حدیث مسلکی طلباء کو اختلافات کی بناء پر نکالا گیا۔ اس پر مؤلف نے ایک نوٹ لکھا ہے کہ مسلکی اختلاف کی بناء پر نہیں بلکہ خبث باطن پر نکالا گیا۔ ان طلبہ نے اپنے اگالدانوں اور پاخانہ کے لوٹوں پر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام لکھ کر رکھا تھا۔ [شیخ الاسلام مولانا مدنی اور اہل قلم: ۳۶]

لطیفہ: مولانا شاہ فضل الرحمٰنؒ گنج مرادآبادی کی خدمت میں فرقہ اہل حدیث کا ایک ممتاز عالم مولانا ابراہیم آئے پوچھا آپ عامل بالحدیث ہے؟ بولے: جی الحمدللہ۔ مولانا نے پوچھا: آپ کو سوتے وقت کی دعا یا گھر سے نکلنے کے وقت یاد ہے؟ کہا: نہیں۔ مختلف اوقات ومقامات کی دعائیں یاد نہ تھیں تو فرمایا: آپ نے رسول اللہ ﷺ کی صرف اختلافی حدیثوں کو یاد کیا لیکن جن حدیثوں کے متعلق کوئی اختلاف نہیں اُن کی یاد کرنے کی ضرورت عمل بالحدیث کے لیے آپ نے ضروری خیال نہ کیا۔ کیا اس کا نام عمل بالحدیث ہے؟ [بحوالہ تدوین حدیث]

مذاہب اربعہ کے حق ہونے کا مطلب

مولانا محمد اسماعیل سنبھلیؒ لکھتے ہیں:

”مذاہب اربعہ کے حق ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان کو اختیار کرنے والے سب عنداللہ پسندیدہ راستے پر چلنے والے ہیں اور سب اللہ کے نزدیک ماجور و شکور ہیں۔ کسی کی خطاء و غلطی پر ان شاء اللہ مؤاخذہ و مناقشہ نہ ہوگا۔ یہ معنی نہیں کہ سب مصیب حق ہیں کیونکہ حق متعدد نہیں ہو سکتا۔ اور راہ حق پر ہونا اور چیز ہے اور حق پر پہنچ جانا اور چیز ہے پہلے معنی کے لحاظ سے مذاہب اربعہ کو علی الحق کہا جاتا ہے کیونکہ وہ سب کے سب شارع کے پسندیدہ طریقے پر گامزن ہیں اور دوسرے معنی کے لحاظ سے المجتھد یخطئ ویصیب ہر مجتہد کا مسلمہ مسئلہ ہے کیونکہ ہر مذہب میں خطاء وصواب کا احتمال ہے۔“ [تقلید ائمہ اور مقام ابوحنیفہ:۹]

شاہ ولی اللہؒ نے عقد الجید میں جہاں اجتہاد کے شرائط بیان کیے ہیں وہاں اس مسئلہ میں اختلاف نقل کیا ہے ایک صحیح روایت ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک خواب کی تعبیر بیان کی: وان ابابکر عبّره تلك الرؤيا وانّ رسول الله ﷺ قال لأبي بكر: أصبت بعضاً وأخطأت بعضاً فكل أحد دون رسول الله ﷺ يخطئ ويصيب.

[المحلیٰ لابن حزم۸:۳۵۵]

یہ صریح نص اس پر شاہد ہے کہ مجتہد کبھی ایک مسئلہ میں بعض مقامات پر غلطی کا شکار ہو جاتا ہے، جو اس کے لیے باعث اجر ہے اور شرعی اجتہاد کے مراحل کم از کم پانچ ہوتے ہیں:

(۱) فعل اجتہاد (۲) عمل بر اجتہاد (۳) حکم اجتہاد (۴) دلیل اجتہاد (۵) نتیجہ اجتہاد۔ چوتھے مرحلہ میں مختار مذہب کے موافق مجتہد مصیب ہے جبکہ ابتدائی تین مراحل میں ہر مجتہد (بشرطیکہ مجتہد ہو اور مشکوٰۃ کی پشتو شرح میں کنف کا معنی دو جگہ ران نہیں کرتا کیونکہ لغت کا علم بھی مجتہد کے لیے ضروری ہے) علی الاطلاق مصیب ہوتا ہے۔ علامہ تفتازانی نے شرح عقائد کے تقریباً آخر میں اس مسئلہ پر کلام مع الاختلاف نقل کیا ہے جبکہ محلیٰ :۲۴ پر لکھا ہے کہ کل مجتهد يصيب کا قول

درست نہیں۔ نیز مولانا مناظر احسن گیلانی مثال دے کر وضاحت کرتے ہیں:

''مثلاً آمین، رفع الیدین اوراس کے قسم کے مباحث تو شمس الائمہ نے فتویٰ نقل کیا: لا یخشی علی جاحدہ المائم. ان کا مطلب یہ ہے کہ اختلافی مسائل میں ایک فریق دوسرے فریق کی تائیدی حدیثوں کومسترد کرتا ہے تو اس کی وجہ سے یہ الزام قائم کرے کہ وہ پیغمبر کی حدیثوں کا انکار کررہا ہے اُس کو گنہگار ٹھہرانا قطعاً بے معنی ہے۔ یہ صرف خطرناک قسم کی غلطی کی جسارت ہے کہ حلال وحرام کے الفاظ کا وہی مطلب لے جو شریعت کے بیناتی حصہ میں حلال وحرام کے الفاظ کا مطلب ہوتا ہے کیونکہ یہاں بیناتی حصہ میں اسلام سے لاتعلق ہوگئے اور گناہ کے نہیں بلکہ جرم بغاوت کے مجرم ہوئے۔ پھر کیا کسی حدیث کی بنیاد پر امام شافعیؒ نے اگر کسی چیز کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا اور حنفی مذہب میں بجائے حلت کے اسی چیز کی حرمت کے پہلو کو ترجیح دی تو کیا حلت وحرمت کے یہ اختلافات جو خبر آحاد کی حدیثوں پر مبنی ہیں محض ان کی بنیاد پر مجال ہے کسی حنفی کی جو امام شافعی کے متعلق اس کا بھی اندیشہ کرسکتا ہے کہ اس فتویٰ کی وجہ سے فضل وقرب کے مدارج ومراتب میں اُن کے کسی قسم کی کوئی کمی ہوگئی۔ یقیناً کوئی حنفی یہ تصور کرسکتا ہے اور نہ کرتا ہے اور ہر شافعی اس کے باوجود امام ابوحنیفہؒ کے لیے دعائے خیر کرتا ہے۔ اس لیے امام مالکؒ کو ابوجعفر منصور نے یہ مشورہ دیا کہ مؤطا اور فقہی اجتہادات بزور شمشیر پھیلائیں۔ تو فرمایا: جس علاقہ کے مسلمان جن امور کے پابند ہوچکے ہیں اُن کو اس حال میں چھوڑ دو۔ تو امام مالکؒ اگر ان مسائل کو جو اُن کی اجتہادی مسائل سے مخالف تھے قطعی طور پر خلاف شرع سمجھتے تھے تو کوئی وجہ ہوسکتی تھی جن کے نفاذ کا ایک بہترین ذریعہ اُن کو مل گیا اُس سے نفع نہ اُٹھائے اور مسلمانوں کو غلط مسائل پر قائم رکھنے کا مشورہ دیتے؟'' [تدوین حدیث]

اور یہی مولانا مناظر احسن گیلانی وضاحت کرتے ہوئے اس شبہ کو دور کرتے ہیں کہ فروعی مسائل میں ایک امام کی تقلید پر کاربند ہونے میں کیا راز اور حکمت ہے۔ فرماتے ہیں:

''لیکن اس کا کیا یہ مطلب ہے کہ ہر مسلمان ان مسائل کے متعلق جو چاہے کرلے اور جس وقت

جس طریقہ سے عمل کے اختیار کرنے کو اُس کا جی چاہے اس پر عمل پیرا ہو۔ جس کا مآل شاید یہی ہو سکتا ہے کہ ایک ایک مسجد میں بیسیوں کی طرح نماز پڑھنے والے وضو کرنے والے پیدا ہو جائیں اور ایک نماز وضو کے مسائل کیا اس سلسلے میں انسانی زندگی کا کونسا شعبہ ہے جس میں کچھ نہ کچھ اختلاف نہیں پایا جاتا۔ پھر مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کیا ہوگی۔ ایسے غیر متناسب، متخالف عناصر کا مجموعہ بن کر رہ جائے گی۔ ان میں کوئی انضباط نہیں اور اجتماعی کیا انفرادی زندگی میں جب یہ مشکل پیدا ہو کہ ایک ہی شخص آج کچھ کہہ رہا ہے، کل کچھ بول رہا ہے۔ کل کچھ سنا رہا ہے اور یہ سارے حرکات دین کے تحت انجام دے رہا ہو۔ خود ہی سوچنا چاہئے کہ ایسی صورت میں دین میں اور بچوں کے کھیلوں میں کیا فرق رہے گا۔ شاطبی نے لکھا ہے اور بالکل صحیح لکھا ہے اس طرز عمل پر جو خرابیاں مرتب ہونگی۔ اُن میں ایک یہ بھی ہے: کالاستھانة بالدین اذ یصیر بھذا الاعتبار سیّالا لاینضبط. [الموافقات ۴:۱۴۷]

یعنی دین کی بات اہانت وتحقیر بن جائے گی۔ کیونکہ اگر یہ صورت حال رہی تو دین ایک ایسی سیّال بہتی چیز قرار پا جائے گی جس کا کوئی گھر اور ٹھکانہ نہیں۔ [تدوین فقہ]

بہر حال بات چل رہی تھی کہ المجتھد یخطیٔ ویصیب کا کیا مطلب ہے؟ علامہ زرکشیؒ نے لکھا ہے:

اعتقادات میں تمام مجتہدین حق کو پہنچے ہوئے ہیں ہاں یصیب فی الفروع میں اختلاف ہے معتزلہ کے ہاں حق سب میں ہے اور ہر مجتہد مصیب ہے جبکہ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ نیز اکثر فقہاء فرماتے ہیں: ان الحق فی أحدھما وان لم یتعین لنا. کہ تعیین کے بغیر کسی ایک میں حق ہے اور امام شافعیؒ، امام مالکؒ وغیرہما فرماتے ہیں کہ لاعلی التعین حق کو پہنچنے والا غیر متعین طور پر ایک ہے اور باقی خطاء پر ہے جبکہ امام ابو یوسفؒ کے ہاں ہر مجتہد مصیب ہے اگرچہ حق ایک میں ہے اور بعض نے امام شافعیؒ کی طرف اس کی نسبت بھی کی ہے۔

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں: "قال النـ... : اختلفوا فی أن کل مجتھد مصیب أم المصیب واحد وھو من وافق الحکم الذی عند اللہ والآخر مخطیٔ. والأصل عند الشافعی

وأصحابه ، الثانی : لأنه سُمِّی مخطئا ولو کان مصیبا لم یُسَم مخطأ وهو محمول علی من أخطأ النص أو اجتهد فما لایسوغ فیه الاجتهاد ومن ذهب الی الاوّل ، قال: قد جعل للمخطئ أجر ولولا اصابته لم یکن له أجر وهذا اذا کان أهلاً للاجتهاد وأما من لیس بأهل حکم فلا یحل له الحکم ولاینفذ سواء وافق الحق أم لا ، لأن اصابته اتفاقیة فهو عاص فی جمیع أحکامه . ومذهب أبی حنیفة فیما لا یوجد بیانه فی النصوص من الکتاب والسنة والاجماع فلا امکان له الا بالقیاس فیکون کمتحری القبلة فانه مصیب وان أخطأ." [مرقاة ۷:۲۳۶]

اوراسی طرح حدیث معاذؓ کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہے: " قال الطیبی: فیه استصواب منه ﷺ لرأیه فی استعماله وهذا معنی قولهم کل مجتهد مصیب ولا ارتیاب أن المجتهد اذا کدح فی التحری والتعب القریحة فی الاستنباط استحق أجرا لذلک وهذا بالنظر الیٰ أصل الاجتهاد فاذا نظر الی الجزئیات فلا یخلو من أن یصیب فی مسئلة من المسائل أو یخطئ فیها فاذا أصاب ثبت له أجران أحدهما باعتبار أصل الرأی والآخر باعتبار اصابتة واذا أخطأ فله أجر واحد باعتبار أصل ولاشئ باعتبار الخطأ." [مرقاة ۷:۲۳۹]

یہ اختلاف ایک دوسرے اختلاف پر متفرع ہے کہ جس صوررت میں سرے سے کوئی نص ہی نہیں تو کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں کوئی معین حکم یا اس کی دلالت اور کچھ علامات ہیں یا نہیں، تو امام غزالیؒ نے محققین سے نقل کیا ہے کہ واقعہ میں ایسا کوئی معین حکم نہیں جو نظر کے ذریعہ طلب کیا جا سکے بلکہ یہاں ظنی حکم ہے وحکم اللہ علی کل مجتهد ما غلب علی ظنه قال وهو المختار .

امام غزالی فرماتے ہیں: ''مختار یہی ہے کہ اللہ کا وہی حکم ہے جو مجتہد کے غالب گمان کے ساتھ وابستہ ہے اور پھر بعض کی رائے یہ لکھی ہے کہ اللہ کا ایک معین حکم موجود ہے لیکن مجتہد اس کا مکلف نہیں کہ اس کو پہنچا جا سکے۔ تو حاصل یہ آخر میں نکالا۔ جو ہر ایک صورت میں معین حکم مانتا ہے اور دلیل قطعی یا ظنی اس کے ساتھ ہے تو وہ کہتا ہے: ان المصیب واحد . اور جو اس کے قائل ہی نہیں تو سب کو صواب کا کریڈٹ دیتا ہے۔ بحث کے آخر میں ہے: وقال الغزالی : المختار عندنا

ونقطع به أن كل مجتهد يصيب فی الظنيات وليس فيها حكم معين لله تعالیٰ."

[سلاسل الذہب:۴۴۲ تا ۴۴۴]

''مختار یہی ہے اور ہمارا فیصلہ بھی یہی ہے کہ ظنیات میں اللہ تعالیٰ کا کوئی معین حکم بھی نہیں اور ظنیات میں ہر مجتہد حق کو پہنچنے والا ہے۔''

قرآن میں ظن سے منع آیا ہے تو ظنیات کی تابعداری کیسی؟

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں: ''علماء فرماتے ہیں ظن کا جو نا کارآمد بتلاتا ہے اس سے یہ بات سمجھنی چاہئے کہ اعتقادیات میں ظن کام نہیں دیتا۔ ہاں اعمال میں جہاں کہ ظن وتخمین سے بھی کام چل سکتا ہے جیسا کہ خبر آحاد وقیاس ائمہ دین بے شک وہاں ظن معتبر ہے۔ جمہور مفسرین اسی کے قائل ہیں بلکہ جن کو قیاس ائمہ مجتہدین کا منکر سمجھا جاتا ہے وہ بھی یہی کہہ گئے ہیں، دیکھو نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم اپنی تفسیر فتح البیان میں جو قاضی شوکانی کی تفسیر کا خلاصہ سمجھنا چاہئے اس آیت کی تفسیر میں یہ تحریر فرماتے ہیں: قوله ولابد من هذا التخصيص فان دلالة العموم والقياس وخبر الواحد ونحو ذلك ظنية والعمل بها عمل بالظن وقد وجب علينا العمل فی هذه الامور.

''یہ تخصیص ضروری ہے اس لیے کہ دلالت وقیاس وخبر واحد وغیرہ کی ظنی ہے اور ان پر عمل کرنا ظن پر عمل کرنا ہے حالانکہ ان باتوں میں ہم پر عمل کرنا واجب ہے۔''

من جملہ ان باتوں کے ایک قیاس کو بھی گنوایا ہے۔ اس پر عمل کرنا تقلید ہے اس کو بھی نواب صاحب مرحوم واجب کہتے ہیں (منہ)۔ [تفسیر حقانی:۲۰ سورۃ النجم۵۳:۲۸]

المحلیٰ کی تحقیق کے شہسوار علامہ احمد شاکر نے لکھا ہے: كيف يقول فای حاجة للقياس على أن حققنا لك أن القياس على العلة المنصوصة هو من النص.

[تحقيق المحلى لابن حزم ۱:۶۱]

تنبیہ: ایک شعر ہے ۔

ترکنا کل تخمین وظن　　　وتقليد ابينا قد أبينا

علامہ احمد شاکر نے ابن حزم کے قول لا یحل الحکم بالظن اصلا پر علمی گرفت کی ہے: وأما الظن الذی بمعنی الطرف الراجح فهو متعبد به قطعاً بل أکثر الأحکام الشرعیه دائرة علیه.
''جو ظن طرف راجح کے معنی میں ہو تو وہ اکثر احکام شرعیہ اس پر موقوف ہیں۔''
تو مطلقا ظن پر بمباری کرنے کا شوق پورا کرنا درست نہیں۔ وہ ظن جو راجح ہو اور مادۃ صحیحہ سے ناشی ہو تو درست ہے اسی طرح اگر ظن سے اعتقادیات میں ظن مراد ہو تو درست نہیں ہے۔ اعتقادیات میں مخالف قطعی طور پر باطل قول لے چکا ہے اور قطعی طور پر حق کو چھوڑا ہے فَمَا ذَابَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ ۔ اور جس کو مذہب کہا جاتا ہے تو دوسرے مذاہب مثلاً شافعی، حنبلی اور مالکی کو گمراہ کہنے والے خود گمراہ ہیں۔ [المحلیٰ لابن حزم ۱:۶۵]
علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں: فائده: قال فی آخر المصفیٰ: اذا سئلنا عن مذهبنا ومذهب مخالفنا فی الفروع یجب علینا أن نجیب بأن مذهبنا صواب یحتمل الخطأ ومذهب مخالفنا خطأ یحتمل الصواب لأنك لو قطعت لما صح قولنا أن المجتهد یخطیٔ ویصیب، واذاسئلنا عن معتقدنا ومعتقد خصومنا فی العقائد یجب علینا أن نقول الحق ما نحن فیه والباطل ما علیه خصومنا هکذا نقل عن المشایخ رحمهم الله تعالیٰ . [الاشباہ والنظائر ۴: ۱۲۷، ۱۲۸]

علامہ نے اعتقادیات وفروع میں فرق واضح کیا کہ اعتقادیات میں ہم پر واجب ہے کہ کہے کہ حق وہی ہے جس پر ہم ہیں جبکہ ہمارے خصوم باطل پر ہیں۔ لیکن ظنیات اور مذاہب کا مسئلہ اعتقادات کی طرح نہیں تو وہاں یہی جواب واجب ہے کہ ہمارا مذہب صواب ہے جس میں خطا کا احتمال بھی ہے اور مخالف مذہب میں صواب کا احتمال ہے اور دین کی ضروریات میں سرے سے تقلید ہی نہیں۔
مولانا محمد اسماعیل سنبھلیؒ نے مدارج قائم کر کے فرق بتلایا ہے: (۱) اعتقادیات: جن پر قلبی اذعان اور پختہ یقین ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

(۲) اعمال واشغال جن کا تعلق تزکیہ نفس اور تہذیب واخلاق سے ہے۔
(۳) قصص وحکایات یا امثال ووعید جن سے ترغیب وترہیب مقصود ہے۔
(۴) وہ قطعی اور غیر متعارض احکام جن کا تعلق طریق عبادات یا تشریح معاملات سے ہے۔
(۵) وہ احکام جو آیات واحادیث سے صراحتاً ثابت نہیں ہوتے بلکہ دلالۃ یا اقتضاءً یا اشارۃً یا اور کسی طریقہ خفیہ سے سمجھے جاتے ہیں اور ان میں اجتہاد کو دخل ہے یعنی مسائل قیاسیہ۔ اول چار قسم کے مضامین قرآن وسنت کا لب لباب ہیں اُن کے مقاصد اعلیٰ ہیں۔ اور پانچویں قسم وہ احکام ہی اس طرح کے ہیں کہ اُن کے بارے میں آیات محتمل المعانی یا احادیث متعارضہ وارد ہوئی ہیں تو خود شارع نے اجتہاد کا حکم دیا ہے اور چھٹی قسم کا معاملہ یعنی وہ احکام جو آیات واحادیث میں صراحۃً ثابت نہیں ہوئے بلکہ دلالۃً یا اشارۃ یا اقتضاء یا کسی اور مخفی طریقہ سے سمجھے جاتے ہیں اور ان میں مجتہدین اجتہاد کرتے ہیں جن کو مسائل قیاسیہ کہتے ہیں۔ یہاں ایک قیاس دوسرے قیاس سے متعارض ہوتا ہے کسی آیت یا حدیث سے متعارض نہیں ہوتا۔ [تقلید ائمہ اور مقام ابوحنیفہؒ]

ابن دقیق العیدؒ لکھتے ہیں: "ان کل مجتهد یصیب وهو المختار عند کثیر من المحققین وعلى المذهب الآخر أن المصیب واحد والمخطئ غیر متعین لنا والاثم موضوع عنه ."
[شرح اربعین: ۸۸]

"اکثر محققین کے نزدیک مختار یہی ہے کہ ہر مجتہد مصیب ہے۔ دوسری مذہب کے مطابق مصیب ایک ہے اور مخطی کی تعیین ہمیں حاصل نہیں اور اُس پر کوئی گناہ نہیں۔"

ملا جیونؒ لکھتے ہے: اختلف الأقوال فی أن المجتهد هل یخطئ مرة ویصیب اخرى أم یصیب ابدا کل مجتهد . فقالت المعتزلة : کل مجتهد یصیب والحق فی موضع الخلاف متعدد . وعند نا المجتهد یصیب مرة ویخطئ اخرى والحق فی موضع الخلاف واحد . [تفسیرات احمدیہ: ۵۲۲]

"مجتہد ہر وقت مصیب ہوتا ہے یا کبھی مصیب اور کبھی خطا پر ہوتا ہے اس میں مختلف اقوال ہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ ہر مجتہد مصیب ہے اور اختلافی مسائل حق متعدد ہوتا ہے اور ہمارے ہاں

مجتہد کبھی مصیب ہوتا ہے اور کبھی خطا پر اور اختلافی مسائل حق ایک ہی ہوتا ہے۔"

جب چاروں ائمہ مجتہدین کے حق ہونے کا مطلب واضح ہوا تو مولانا مناظر احسن گیلانی کے تحقیق کی داد دینی چاہیے: جس علاقہ کے مسلمان دین کے غیر بیناتی حصہ میں جس مسلک کے پابند ہیں ان کو اس حال پر چھوڑ دیا جائے اور یہی میں کہنا چاہتا ہوں، اور میں کیا کہتا ہوں، ابتداء سے مسلمانوں کے ہر مسلک میں نسلاً بعد نسل اور طبقہ بعد طبقۃ یہی طریقہ چلا آرہا ہے کہ جس علاقہ کے مسلمان جس چیز کے پابند ہیں، بس اُسی کے پابند رہے۔ [تدوین فقہ:۶۹]

اور آگے لکھا ہے: اسلام کے ساتھ قدرت کی یہ غیبی امداد ہوئی کہ دین کے غیر بیناتی حصہ کے متعلق اگرچہ ابتداء میں بیسوں کے آراء اور مسالک پیدا ہو گئے تھے اور ہر ایک کا انتساب کسی نہ کسی مجتہد اور امام ہی کی طرف تھا لیکن بتدریج اُن کی تعداد کم ہوتے ہوئے اس نقطہ تک پہنچ گئی کہ آج مسلمانوں کہ اکثریت غالبہ (یعنی اہل سنت) لے دے کر صرف چار مسلکوں کا روج باقی رہ گیا۔

[تدوین فقہ:۶۹]

اسی طرح علامہ وحید الزمان نے لکھتے ہیں: اب اہل سنت کا باہمی اختلاف جیسے اہل حدیث اور مقلدین مذاہب اربعہ وغیرہ۔ یہ ضرر نہیں کرتا کیونکہ یہ سب ایک جماعت ہے اور اُن کا اختلاف مثل عدم اختلاف کے ہے کیونکہ اُصول سب کے ایک ہیں۔ سیوطی نے کہا کہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ ہمارے امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور ابوحنیفہؒ اور احمدؒ اور باقی تمام ائمہ اہل السنّت ہدایت پر تھے اور امام ابوالحسن اشعریؒ امام تھے اہل السنّت کے عقائد میں اور حضرت امام ابوالقاسم بغدادیؒ سردار تھے صوفیہ کے اور اُن کا طریقہ خالی ہے بدعات سے۔ [رفع العجاجہ عن سنن ابن ماجہ کتاب الفتن ۳: ۴۰۳]

علامہ وحید الزمان کے غیر مقلدین سے درست شکایات

علامہ صاحب لکھتے ہیں: لایکونن احدکم امعہ قیل وما الا معۃ قال الذی یقول انا مع الناس:

مترجم کہتا ہے حنفی اور شافعی تو امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ کے امعہ ہو گئے ہیں۔ اُن سے کوئی حدیث بیان کرو تو وہ ہرگز نہیں سنتے اور اپنے اماموں کا قول جو حدیث کے خلاف ہو نہیں چھوڑتے۔ یہ امر کچھ باعث تعجب نہیں کیونکہ اُنہوں نے تقلید کا برقعہ اپنے منہ پر ڈال دیا ہے

(لیکن امام کا قول جو لیتے ہیں وہ دلیل سے مبرہن ہوتا ہے۔امداد) لیکن تعجب تو اُن لوگوں پر ہوتا ہے جو تقلید چھوڑ دینے کا اور اہل حدیث ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور باوجود اس کے مولوی اسماعیل صاحبؒ اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور شوکانی وغیرہ کے ایسے سخت مقلد بن گئے ہیں کہ اُن کے اقوال کے خلاف کسی کی نہیں سنتے۔لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ [لغات الحدیث ا:٦٥،الف]

اسی طرح مولانا عبدالحیؒ لکھتے ہیں:

"قد اختار صاحب الاتحاف فی تصانیفه عادتا وطرقا یجب أن یجتنب منها فمن ذلك أنه یقلّد تقلیدا جامدا لابن تیمیة وتلامذته وللشوکانی وأمثاله مع أنه من أشد المنکرین علی المقلدین فالی اللّٰه المشتکی من فعل هذا الصنیع فما الذی حرم تقلید المجتهدین والأئمة المتبوعین وأباح تقلید هؤلاء المستحدثین ولیسوا بجنب المجتهدین المتبوعین الا کعصافیر بجنب الناطقین." [ابراز الغی:٦]

مجتہدین شریعت کے شارحین ہیں

علامہ شعرانی نے لکھا ہے:

"لولا بیان المجتهدین ما أجمل فی الشریعة لمقلدیهم لبقیت السنة علی اجمالها."

[الیواقیت والجواہر:٤٧٧]

''اگر شریعت کے اجمالی باتوں کی وضاحت مجتہدین نہ کرتے تو سنت اجمالی صورت میں رہتا۔''

مجتہدین سے بدظن کرنے والا کون؟

مولانا عبدالسلام صاحب رستمی رحمہ اللہ پر زندگی کے مراحل میں سے ایک مرحلہ ایسا بھی آیا ہے کہ وہ فتنہ مودودیت کا بعض وجوہات کی وجہ سے شکار ہوئے تھے بعد میں اُنہوں نے اس سے نکلنے کو نہ صرف اہم سمجھا بلکہ ''احسن الندی'' کے نام سے ایک کتاب اس فتنہ کی تردید کرتے ہوئے لکھا۔کتاب لکھنے کی وجہ خود یوں بیان کرتے ہیں:

''جال میں بعض حریص مچھلیوں کی طرح پھنس کر اپنے صحیح کشتی باں پر ضد اور ہٹ دھرمی کا الزام

لگایا اور بعض حسن ظن میں مبتلا ہو کر اس فتنہ کے مرہون ہو گئے۔ بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے امیر جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کی صحیح قیادت کو چشم بصیرت سے دیکھا۔ بفضلہ تعالیٰ دام ضلالت سے بچ گئے چنانچہ بندہ بھی اس آخری گروہ میں شامل ہے۔ میں نے یہ چاہا کہ جیسا کہ بندہ نے مودودی صاحب کی غلطیوں کو اپنی نظر غائر سے دیکھ کر اس کی تابعداری چھوڑی۔ اس طرح دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی اس فتنہ سے آگاہ کر دیں۔'' [احسن الندی:۸]

کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں:

''مودودی کے لٹریچر میں ایسا مواد موجود ہے جو کہ مسلمانوں میں انتشار اور تفرق کا سبب ہے اور بہت سارے اتفاقی مسائل میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے اور عوام کو ائمہ مجتہدین سے بدظن کر کے اپنی طرف راغب کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ بندہ نے یہ چند اوراق اس نیت سے لکھے کہ عوام بے علمی کی بناء پر اس فتنہ میں پھنسنے سے محفوظ رہ جائیں۔'' [احسن الندی:۱۰۴]

اجتہاد کی تعریف اور شرائط

علامہ آمدیؒ لکھتے ہیں:

"الاجتهاد فهو فی اللغة عبارة عن استفراغ الوسع فی تحقیق أمر من الأمور مستلزم للکلفة والمشقة ولهذا یقال اجتهد فلان فی حمل حجر البزارة ولا یقال اجتهد فی حمل خردلة." [الاحکام فی اصول الاحکام ۳:۲۰۴]

اجتہاد کی لغوی تعریف یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا کام جس میں تکلیف ومشقت اور پاپڑ بیلنا پڑتا ہے اس میں پوری کوشش صرف کرنا۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ فلاں نے سل کے بڑے بڑے اور پتھر اٹھانے میں کوشش کی لیکن یہ نہیں کہا جاتا کہ فلاں نے رائی کے ایک دانہ اٹھانے میں جد وجہد سے کام لیا۔

اصطلاحی تعریف: مخصوص باستفراغ الوسع فی طلب الظن بشیء من الأحکام الشرعیة علی وجه یحس من النفس العجز من المزید علیه۔ [الاحکام فی اصول الاحکام ۳:۲۰۴]

''ایک خاص قسم کی کوشش شرعی احکام میں کسی چیز کے طلب کرنے کے لیے اس طرح کہ اس سے

زیادہ نقص محسوس کرے کہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔"

اور تلویح:۶۰۶ پر ہے۔ "الاجتهاد في اللغة هو تحمل الجهد وفي الاصطلاح: استفراغ الفقيه الوسع لتحصيل ظن لحكم شرعي."

"ایک شرعی حکم کے متعلق ظن حاصل کرنے کے لیے ایک فقیہ کی بساط بھر کوشش اجتہاد ہے۔"

اجتہاد کے پانچ بڑے شرائط ہیں:

(۱) معرفة قدر صالح من اللغة: اس قدر لغت جاننا کہ عرب کے لغات کا سمجھنا اس کے لیے ممکن ہو۔ الفاظ وضعیہ اور استعارہ کا فرق جانتا ہو۔ ظاہر، نص، عام، مطلق، مقید، مجمل، مفصل، کلام کے مفہوم اور خطاب کی نوعیت سمجھنے والا ہو۔

(۲) قرآن کی تفسیر اور خصوصا احکام سے متعلق اور آیات کے معانی کے متعلق وارد شدہ اخبار سے آگاہی اس کو حاصل ہو۔

(۳) احادیث کے متن اور سند کی معرفت رکھنے والا ہو۔

(۴) صحابہ، تابعین، تبع تابعین یعنی سلف صالحین کے اجماع کے مواقع کی معرفت سے مالا مال ہو کہ اجماع کی مخالفت میں اس کا اجتہاد واقع نہ ہو جائے۔

(۵) قیاس کے مواضع کا شناسہ ہو اور نظر کی کیفیت کی پختگی سے مالا مال ہو۔

ان شرائط خمسہ ذکر کرنے کے بعد علامہ شہرستانی نے لکھا ہے: "لابد من مراعاتها حتى يكون المجتهد مجتهدا واجب الاتباع والتقليد في حق العامي."

ان پانچ شرائط کے بعد یہ مجتہد ہے جس کی تابعداری واجب ہے۔ اور جو ان سے قاصر ہو تو ایسے عامی کے لیے تقلید ہے۔

اسی طرح لکھا ہے: أما العامي: فيجب عليه تقليد المجتهد. [الملل والنحل: ۱۸۱، ۱۸۶]

"ایسے عامی پر مجتہد کی تقلید واجب ہے۔"

نیز علامہ آمدیؒ نے دوسری شرط یہ بتلائی کہ شرعی احکام اور اقسام کے مدارک کا عالم اور عارف ہو

اوراس کے اثبات کے طریقوں اوراُن کے مدلولات پر دلالت کرنے کے وجوہ اور مراتب کے اختلاف کا جاننے والا ہو۔تعارض کے وقت ترجیح کے جہات کی معرفت اسے حاصل ہواور احکام اس سے نکال سکتا ہو۔اس کی تقریر وتحریر پر دسترس رکھنے والا ہو۔اوران پر واردشدہ اعتراضات سے واقف ہو۔اور یہ تب ہوسکتا ہے کہ راویوں، جرح وتعدیل کے طریقوں اور صحیح وسقیم کا عارف ہو جیسے احمد بن حنبلؒ اور یحیٰ بن معینؒ۔نیز اسباب النزول اور احکام کے ساتھ متعلق نصوص میں ماہر ہو۔لغت اور نحو کا عالم ہو۔یہ مجتہد مطلق کے شرائط ہیں۔[الاحکام فی أصول الاحکام:۲۰۵]

ملاعلی قاری لکھتے ہیں: ومنعه أمر عادیّ . [مرقات۱:۸۴]

''اجتہاد مطلق کا امکان امر عقلی ہے۔''

اب اگر اجتہاد کے مذکورہ شرائط کسی شخص میں آج کل ہوں تو ''أَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ'' آیت کی روشنی میں اعلان کرے کہ اس مجتہد کے رخ انور پر طائرانہ نگاہ ڈالنے کی سعادت حاصل ہو جائے۔ورنہ صرف ڈینگیں مارنے سے کچھ نہیں ہوتا۔علامہ نے سچ کہا ہے۔

زاجتہاد عالمان کم نظر اقتداء بر رفتگان محفوظ تر

سلف کے زمانے میں مفتی بمعنی مجتہد ہوتا۔اس طرح مفتی کے شرائط علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

"لایحل لأحد أن یفتیٰ فی دین الله الا رجلا عارفابکتاب اللّٰه بناسخه ومحکمه ومتشابه وتاویله وتنزیله ومکیه ومدنیه وما أرید به ویکون بعد ذلك بصیرا بحدیث رسول اللهﷺ وبالناسخ والمنسوخ ویعرف من الحدیث مثل ما عرف من القرآن ."

[اعلام الموقعین۱:۴۸]

اجتہاد مطلق یا بازیچہ اطفال

علامہ وحید الزمان نے میں لکھا ہے:

''ہمارے زمانے میں چند بے وقوفوں نے جن کو تمیز نہیں ہے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مجتہد ہونا اس زمانہ میں محال ہے حالانکہ برعکس اُن کے دعویٰ کے ہم یہ کہتے ہیں کہ مجتہد ہونا اس زمانے میں بہت سہل ہے اور مجتہد بننے کے لیے منطق، اُصول اور کلام کی مشکل کتابیں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔صحابہ کرام ان علوم

سے محض ناواقف تھے اور صرف کتاب وسنت کو کسی قدر جانتے تھے لیکن اُن کا اجتہاد آنحضرت ﷺ نے تسلیم کیا اور اُن کو اپنی رائے سے فیصلہ کرنے کی اجازت دی۔اب بھی جو مجتہد ہونا چاہتے ہیں اُس کو صرف قرآن کے احکام کی آیتیں مع تفسیر اور تاویل کے اور ناسخ اور منسوخ، معرفت اور احکام کی حدیثیں منضبط کرنا کافی ہے اور جو حکم ان دونوں میں نہ ملے، اس میں اپنی رائے کے موافق حکم دیوے۔ہمارے سیّد علامہ نے آیات واحکام کی تفسیر میں ایک کتاب نیل المرام نہایت مختصر اور عمدہ لکھی ہے۔قرآن کا علم اس کے پڑھ لینے سے پورا ہو جاتا ہے۔اور احکام کی حدیثیں ضروری منتقی الاخبار میں ابن تیمیہؒ کے موجود ہیں۔اس طرح تلخیص ابن حجر کی یہ ہی احادیث احکام میں ایک جامع کتاب ہے پھر جو کوئی نیل المرام اور تلخیص یا منتقی الاخبار کو خوب یاد کر لیوے وہ کتاب اور سنت سے بخوبی واقف ہو سکتا ہے اور اُس کا علم ان صحابہ کے برابر پہنچ جائے بلکہ زیادہ ہو جاتا ہے۔جن کے لیے آنحضرت ﷺ نے اجتہاد جائز رکھا۔صرف اتنا اور ضرور ہے کہ صحابہ اہل زبان تھے اُن کو نحو اور صرف اور لغت کی حاجت نہ تھی۔اگر یہ شخص عربی نہ ہو تو بقدر ضرورت علم عربیت اور لغت بھی حاصل کر لیوے اور اتنا اجتہاد شرعی اور تقلید سے نکلنے کے لیے کافی ہے اب پچھلے فقیہوں نے جو اجتہاد کو ایک (ھوّا) مہیب بنا دیا ہے اور اس کو ایسا مشکل کر دیا ہے کہ عمر بھر کی محنت میں بھی اس کا حاصل ہونا دشوار ہے یہ اُن کی جہالت اور کوتہ اندیشی ہے۔ شارع علیہ السلام نے اجتہاد کے لیے ان باتوں کو کبھی شرط نہیں رکھا اور اگر اجتہاد اس کا نام ہو تو صحابہ یا تابعین میں کوئی مجتہد نہ ہو گا حالانکہ یہ بالبداہت باطل ہے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ جو کوئی اس زمانہ میں منتقی الاخبار یا تلخیص منضبط کر لیوے وہ علم حدیث میں اگلے بعض اماموں سے زیادہ ہو گا جن کو یہ پچھلے علماء مجتہد خیال کرتے ہیں۔امام ابوحنیفہ کی مرویات مرفوعہ کتب حدیث میں ڈیڑھ سو سے زیادہ نہیں اور اکثر حدیثوں میں اُن سے سہو اور مسامحہ بھی ہوا ہے، واللہ اعلم۔

[رفع العجاجۃ کتاب الاحکام ۲: ۲۵۷ تا ۲۵۸]

محترم قارئین! کیا آسان گُر مجتہد علامہ وحید الزمان صاحب نے بتلایا۔تلخیص یا منتقی منضبط کر لو اور مجتہد بن بیٹھو، بلکہ ائمہ مجتہدین تو کیا صحابہ کے برابر بلکہ اُن سے بھی زیادہ علم آپ کو حاصل ہو جائے گا۔ہاں اگر عربی نہیں جانتے تو نحو میر اور مشکوٰۃ یا علم صرف کی کوئی کتاب بخاری کے ساتھ

پڑھو۔ صحابہ سے زیادہ عالم اور مجتہد بن گئے جیسے آج کل یہ کاغذی مجتہد مارے مارے پھرتے ہیں الامان والحفیظ۔

یہ بھی واضح رہے کہ مرویات مرفوعہ کا کتابوں میں ہونا الگ ہے اور احادیث وروایات کی معرفت بالکل الگ چیز ہے بڑے بڑے صحابہ بھی مرویات، احتیاط یا دیگر وجوہات کی بنا پر کم کرتے ہیں۔ کیا اجتہاد کو بازیچہ اطفال بنانے والے باتمیز ہیں اور علم وشعور سے آگاہی رکھتے ہیں۔ اور اجتہاد کے شرائط جو علماء بیان کرتے ہیں۔ اگر آج کل ایسا مجتہد نہ ملے تو اس کا انکار کرنے والے بے تمیز اور بے وقوف ہیں۔ یاللعجب

امام سیوطی کا دعویٰ اجتہاد

علامہ وحید الزمان کا اجتہاد کو دنیا کی سب سے آسان چیز سمجھنا آپ کی نظر سے گزرا۔ آیئے اس دعوی اجتہاد کا کٹھن اور دشوار ہونا ملاحظہ کیجئے۔ علامہ سیوطیؒ کے جامع صغیر کی شرح میں شیخ عبدالرؤف المناویؒ نے لکھا ہے:

"ان السیوطی ادّعی الاجتهاد فکتبوا الیه تسعة مسائل من مسائل الشافعیة یسئلونه عن ترجیحها ومواضع تلك المسائل فقال السیوطی: لا أقدر علی هذا. ثم قال المناوی: والعجب من یدعی الاجتهاد ولایقدر علی ترجیح مسائل مذکورة وبیان مواضعها."

یعنی جب سیوطی نے اجتہاد کا دعوی کیا تو شافعی مسائل کے نو مسائل اُس وقت کے علماء نے اُن کو لکھ کر بھیج دئے کہ اس کی ترجیح اور ان مسائل کے مآخذ کے بارے میں آپ سے سوال کرتے ہیں۔ تو سیوطی نے جواب میں فرمایا: مجھے اس پر دسترس حاصل نہیں۔ اس کے بعد علامہ مناوی تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ عجیب بات ہے جو اجتہاد کا دعویٰ کرے اور پھر ان مسائل کی ترجیح اور ان کے ماخذ پر قدرت نہ رکھ سکے۔

ابو محمد جوینی کا ارادہ اجتہاد

شاہ انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں:

"وحکی فی طبقات الشافعیه أن أبا محمد الجوینی أراد أن یکتب تصنیفا ویخرج عن تقلید الشافعی فکتب الیه البیهقی أنی سمعت ارادتك فاعلم أنك لست أهل

الاجتهاد فلا تخرج عن تقليد الشافعي فترك أبو محمد الجويني ما أراده۔"

[العرف الشذی ۱: ۲۶۸ ابواب الحدود]

"طبقات شافعیہ میں حکایت کی گئی ہے کہ ابو محمد الجوینیؒ نے ایک تصنیف لکھنا چاہا اور ارادہ امام شافعیؒ کی تقلید سے نکلنے کا کیا تھا تو علامہ بیہقیؒ نے اُس کو خط لکھا کہ میں نے آپ کا ارادہ سنا پس جان لو کہ تو اجتہاد کا اہل نہیں پس امام شافعیؒ کی تقلید سے باہر مت نکل تو ابو محمد الجوینیؒ نے اپنا ارادہ چھوڑ دیا۔"

سوچنے کا مقام ہے کہ ایک طرف ابو محمد الجوینیؒ اس عظیم مقام سے قاصر ہے اور دوسری طرف علامہ بیہقیؒ جیسے علم حدیث کا بحر ذخار جو خود بھی شافعی ہیں۔ اُن کو شافعیت میں برقرار رہنے کی تاکید کرتے ہوئے خط لکھ رہے ہیں۔ اور وہ مان بھی گئے لیکن آج کل اگر کوئی پشتو میں مختصر عام دینی مسائل کے بلا دلائل کتاب بھی لکھنا چاہے تو تعلیم الاسلام اور بہشتی زیور کے بغیر اس کے لیے اس کی تکمیل ناممکن ہے اور اس پر یہ فخر و تکبر کہ میں بھی مجتہد ہوں۔ سبحان تیری قدرت اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ.

حالانکہ مفتی عنایت احمد صاحبؒ م ۱۲۷۹ھ جو علم الصیغہ کا مصنف ہیں۔ اُنہوں نے جزیرہ انڈمین (کالا پانی) میں اس کتاب کو اپنی نظر بندی کے دوران لکھا ہے۔ وہاں کسی علم کی کوئی کتاب اس کے پاس نہ تھی بلکہ مختلف علوم میں مختلف کتابیں اپنے غیر معمولی حافظہ سے تصنیف کی ہیں۔ اسی طرح اس مفتی صاحب نے اسی جزیرہ میں سیرت کی مشہور کتاب تواریخ حبیب الٰہ تالیف کی۔ امام سرخسی کا گراں قدر تصنیف مبسوط وہ اپنے حافظہ سے شاگردوں کو املا کیا کرتے تھے۔ جب وہ ایک کنویں میں نظر بند تھے اور یہ افسانہ نہیں حقیقت ہے۔ یہ ہستیاں تو مجتہد ہونے کا خیال بھی ذہن میں نہیں لاتے تھے۔ آج جن کے حافظہ کا حال یہ ہے۔ کہ ان کو اپنی تقریر کا مقام اور تاریخ بھی یاد نہیں رہتا بلکہ ڈائری میں لکھ کر محفوظ کرتے ہیں وہ اس حافظہ اور اس علم کے ساتھ اجتہاد کا دعوی کرے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اجتہاد فروعی مسائل میں ہوتا ہے یا جہاں نص نہیں ہوتا۔ اعتقادیات، بینات، محکمات اور اُصولی مسائل میں تقلید نہیں ہوتی۔

اصل اور فرع کا فرق

علامہ شہرستانی نے لکھتے ہیں: ’’کل مسئلة يتعين الحق فيها بين المتخاصمين فهي من الأصول.‘‘ [الملل والنحل: ۴۷]

’’جس مسئلہ میں متخاصمین کے درمیان حق بالکل متعین ہے تو یہ مسئلہ اصول کا ہے۔‘‘

دین معرفت اور طاعت کی طرف تقسیم ہے اس میں معرفت اصل اور طاعت فرع ہے۔ تو جو معرفت اور توحید میں کلام کرے اُصولی ہے اور جو طاعت اور شریعت میں کلام کرے فروعی ہے تو اُصول علم کلام کا اور فروع علم الفقہ کا موضوع رہا۔

اس کے بعد لکھتے ہیں: ’’کل ما هو معقول ويتوصل اليه بالنظر والاستدلال فهو من الأصول وكل ماهو مظنون ويتوصل اليه بالقياس والاجتهاد فهو من الفروع.‘‘

[الملل والنحل: ۴۷]

یعنی جس کی معقول کی طرف نظر واستدلال کے ذریعہ رسائی ہو سکے تو یہ اُصول سے ہے اور جو ظنی بات ہو اور قیاس واجتہاد کے ساتھ اس کی رسائی ہو سکے تو وہ فروع میں سے ہے۔

قرآن کے فہم کے گھمنڈ میں آج کل دعوی اجتہاد یاوہ گوئی ہے

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

’’ہم نے قرآن میں ہر قسم کے نصائح ذکر کیے ہیں صاف صاف طور پر۔ جن میں نہ کوئی ابہام ہے نہ معمہ، ایسے رموز واشارات ہیں کہ جن کی طرف ذہن نہ جا سکتا ہو۔ نہ شاعرانہ خیال کی بلند پروازیاں ہیں بلکہ بہت صاف اور آسان قرآن کے آسان کرنے کے یہ معنی تھے جو ہم نے بیان کیے اب اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جو لغات عرب سے واقفیت نہ رکھتا ہو اور قواعد صرف ونحو ومعانی وبلاغت کے رموز سے واقف نہ ہو۔ احکام کے علل واسرار تک رسائی نہ ہو۔ حقائق غامضہ ولطائف روحانیہ تک ذہن اتر کر نہ جاتا ہو۔ الہام ربانی واساس نوامیہ سے آشنا نہ ہو۔ وہ بھی قرآن مجید کو ویسا ہی سمجھتا ہے جیسا کہ یہ شخص سمجھتا ہے کہ جس میں یہ سب باتیں ہوں حاشا وکلا۔ پھر اس پر ایک ایسے جاہل کا کہ جس کو بجز ترجمے کے بارگاہ قرآنیہ تک رسائی نہیں یہ کہہ دینا (کہ جو کچھ ائمہ مجتہدین

وعلماء مستنبطین نے قرآن سے مسائل شرعیہ ومعارف حکمیہ ثابت کیے ہیں ہم کو اُن کی کچھ پروا نہیں) محض بادہ گوئی ودریدہ دھنی ہے جو آج کل ظاہر بینوں اور سرسری نظر والوں میں انگریزی الحاد اورنئی آزادی کے باعث از حد بڑھی ہوئی ہے۔"

[تفسیر حقانی:۳۳سورۃ القمر وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ]

اگر قرآن وسنت میں مسئلہ نہ ملے تو اجتہاد رائی کے ساتھ ہے

نبی کریم ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن میں بھیجنا چاہا تو پوچھا: "بم تقض؟ قال: بکتاب الله. قال: فان لم تجد؟ قال: فبسنة رسول الله ﷺ. قال: فان لم تجد؟ قال: أجتهد برأى."

"کس چیز پر فیصلہ کرو گے؟ کہا: کتاب اللہ پر۔ اگر اس میں نہ پاؤ؟ کہا: رسول اللہ ﷺ کی سنت پر۔ اگر اس میں نہ پاؤ؟ کہا: اپنی رائے کے ذریعے اجتہاد کروں گا۔"

اس حدیث پر علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں صاد کیا ہے۔ اور علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

"وهو حديث صالح للاحتجاج به كما أوجحنا ذلك فى بحث مفرد."

[فتح القدیر ۳:۲۲۷ سورۃ الاسراء:۳۶]

"یہ حدیث حجت اور دلیل کی صلاحیت رکھتا ہے جیسا کہ ہم نے اسے علیحدہ بحث میں واضح کیا ہے۔"

لطیفہ: ایک محقق سلمہ نے تناقضات مقلدین بیان کرتے وقت حدیث معاذ پر گرفت کی ہے حالانکہ اُس نے خود ہی اپنی کتاب میں قاضی شوکانی کی حوالے سے لکھا ہے: هو حديث صالح للاحتجاج به فما لضيقه الاجتهاد. [تصحیح العقائد حاشیہ شرح عقائد:۱۳]

اور شرح مشکوۃ میں عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين روایت کے نیچے دو بے کار توجیہات کے بعد تیسری توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: السنة فى الأمور الاجتهادية كما قال النبى ﷺ لمعاذ بما تقضى؟ قال أخيرا أجتهد برأبى. [الحق الصریح:۴۹۹]

اس حدیث کو شیخ الاسلامؒ نے بھی صحیح کہا ہے۔ اعلام الاعلام:۲۲۱ میں علامہ ولی اللہ کا بلرای شہیدؒ نے اس کے شواہد ذکر کیے ہیں اور المعجم الکبیر کے ایک سلفی محقق نے اس کو منقطع کہا ہے۔

[المعجم الکبیر للطبرانی ۲۰:۱۱۹]

اسی طرح علامہ ابن حزم نے اس پر محلی کے جلد اولؒ پر کلام کیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے اعلام الموقعین ۱:۲۲۰ اور جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر۔

علامہ ذہبیؒ کی سنہری گواہی

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: ”ولم يبق اليوم الا هذه المذاهب الأربعة وقل من ينهض بمعرفتها كما ينبغي فضلا عن أن يكون مجتهدا .“ [سیر اعلام النبلاء ۷:۱۱۴]

”آج کل لے دے کر یہی چار مذاہب رہ گئے اور جیسا اس کی معرفت مناسب ہے تو وہ پہچان بھی کم لوگوں کو حاصل ہے چہ جائیکہ مجتہد بن بیٹھے۔“

اور پھر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں: ”لكنه لايفتي العامة الا بمذهب امامه أوليصمت فيما خفي عليه دليله .“

یعنی عوام کو صرف اپنے امام کے مذہب پر فتوی دینا چاہئے گا اور اگر اس کی دلیل اسے معلوم نہ ہو تو خاموشی بہتر ہے۔

اکبر بادشاہ کا اجتہاد میں ٹانگ اڑانا

مولانا سید محمد میاںؒ نے بادشاہ جلال الدین محمد اکبر غازی کے خوشامدیوں اور چمچوں کے متعلق لکھا ہے:

”جلال الدین محمد اکبر غازی چونکہ بہت بڑے عادل، سب سے زیادہ عقل والے، علم والے ہیں، اس بنیاد پر ایسے دینی مسائل میں جن میں مجتہدین باہم اختلاف رکھتے ہیں اگر وہ (اکبر) اپنے ذہن ثاقب اور رائے صائب کی روشنی میں بنی آدم کی معاشی سہولت اور دنیاوی انتظام کی آسانیوں کو مدنظر رکھ کر کسی ایک پہلو کو ترجیح دے کر اسی کو مسلک قرار دیں تو ایسی صورت میں بادشاہ کا یہ فیصلہ متفقہ سمجھا جائے اور عام مخلوق رعایا و برایا کے لیے اس کی پابندی لازمی و لابدی ہوگی۔“

[علمائے ہند کا شاندار ماضی ۱۳۲:۱]

اسی طرح لکھا ہے کہ اکبر بادشاہ کے کاسہ لیس ابوالفضل کی جرات اس حد کو پہنچ گئی تھی: اگر در حین بحث سخن مجتہدین رامی آوردندی گفت از فلاں حلوائی وفلاں چرم گر برما حجت می آرید۔

[علمائے ہند کا شاندار ماضی ۱۴۳]

”بحث کے دوران مجتہدین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ فلاں حلوائی اور چمڑا بنانے والے کے

ساتھ تم مجھ پر دلیل پیش کرتے ہو۔''
اور اسی غیر مقلد اکبر بادشاہ نے دین کا جو حلیہ بگاڑا۔ تاریخ کا ادنیٰ طالب علم بھی اس سے واقف ہے۔

قیاس اور دلالۃ النص کا فرق

مولانا خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں: القیاس یختص بالمجتهد لأنه موقوف علی النظر، والدلالة یعرفها کل من کان من أهل اللسان من غیر احتیاج الی ترتیب المقدمات والنظر . ولأن الدلالة مشروعة قبل شرع القیاس فان کل واحد من أهل اللسان یفهم بمجرد سماع قوله تعالی: وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْ هُمَا . [بذل المجهود:۲۵۲]

یعنی قیاس چونکہ نظر پر موقوف ہے لہٰذا مجتہد کے ساتھ خاص ہے اور دلالت بغیر ترتیب مقدمات اور نظر کے ہر وہ شخص جان سکتا ہے جو اہل لسان ہو۔ نیز دلالت قیاس کی مشروعیت سے بھی پہلے ہے جو لغت جاننے والا ہو اس سے آگاہ ہو سکتا ہے جیسا کہ وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْ هُمَا.

عالم اور عامی کا فرق

علامہ ابن عساکرؒ لکھتے ہیں: '' انما الفرق بین العالم والعامی معرفة أدلة الشرع واستخراج الأحکام منها . " [تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، احیاء التراث۴:۱۷]

یعنی جسے شریعت کے دلائل کی معرفت حاصل ہو اور ان دلائل سے احکام نکال سکتا ہو تو عالم ہے ورنہ عامی۔

ابن ابی العزؒ لکھتے ہیں: '' ان العقل مع النقل کالعامی المقلد مع العامی المجتهد بل هو دون ذلك بکثیر فان العامی یمکنه أن یصیر عالما ولا یمکن للعالم أن یصیر نبیا ورسولا . " [شرح عقیدہ الطحاویہ:۲۰۲]

یعنی عقل، نقل کے ساتھ اس طرح ہے جیسا کہ عامی مقلد، مجتہد کے ساتھ بلکہ اس سے بھی حد درجہ کم ہے کیونکہ عامی سے تو عالم بننا ممکن ہے لیکن عالم کبھی نبی اور رسول نہیں بن سکتا۔ یہ عامی یا جاہل اپنے مجتہد کے اعتبار سے ہے۔ کاغذی مجتہد کے لیے تو وہ بڑا امام ہے۔

شیخ عبداللہ موافقات کی تعلیق میں لکھتا ہے: ''فتاویٰ المجتهدين بالنسبة الى العوام كالأدلة الشرعية بالنسبة الى المجتهدين .'' [موافقات]

''عوام کے لیے مجتہد کا فتوی ایسا ہے جیسا کہ مجتہدین کے واسطے شرعی دلائل۔''

قرآن وسنت کے رٹ لگانے کی حقیقت

دعوی تو یہی ہے کہ قرآن وسنت ہمارا امتیاز ہے لیکن صرف ان دو ہی کے رٹ لگانے سے امتیازی قاصرہ بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ محمد بن علوی مالکی نے ''مفاهيم يجب ان تصحح'' نامی کتاب لکھا ہے اس کتاب کی تردید "هذه مفاهيمنا" کے نام سے الشیخ صالح بن عبدالعزیز بن محمد آل الشیخ نے کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"السلفي ينهج منهج الصحابة وتابعيهم فان اتباع الكتاب والسنة كل يدعيه وكل يطمح الى شرف الانتساب اليه وما كل ما ظنه المرء مطمحا يصل اليه فرب طامح تشعبت السبل به فالفرق الضالة كلها تنسب الى الكتاب والسنة كالمعتزلة من المتقدمين والقاديانية من المتأخرين والرافضة المتقدمين والمتأخرين وغير هؤلاء فحقيقة الانتساب الصحيح الى الكتاب والسنة الذى به يفرق بين اهل السنة والجماعة وغيرهم اتباع الصحابة واتباع منهجهم وارتضاء طريقتهم فهذا تنقطع الاسباب المدعاة ويظهر المحق والمبطل ." [هذه مفاهيمنا:۲۲۶]

اس کا حاصل یہ ہے کہ سلفی قرآن وسنت کا رٹ نہیں لگاتا کیونکہ یہ ہر ایک کا دعوی ہے اور اس کی طرف نسبت اپنی شرافت سمجھتا ہے۔ گمراہ متقدمین فرقوں میں سے معتزلہ متاخرین میں سے قادیانی اور متقدمین متاخرین دونوں میں سے روافض سب اپنی نسبت کتاب وسنت ہی کی طرف کرتے ہیں تو صحیح انتساب کی حقیقت یوں معلوم کیا جائے گا کہ اگر ساتھ ساتھ صحابہ کے منہج کا تابعدار ہے اور ان کے طریق پر خوش ہیں۔ تو اہل السنت والجماعت میں سے ہے ورنہ نہیں۔ اس کسوٹی پر حق پرست اور باطل پرست کو جانچا جائے گا۔

شیخ عبدالسلام سلفی رحمہ اللہ نے غیث السحابہ میں عمر [illegible] اور عثمان [illegible] پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے یار لوگوں میں سے بعض کو آدھا شیعہ بھی لکھا ہے۔ [illegible] سے ہٹ کر مصنف کی اس بہترین کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔

تقلید کی تعریف

علامہ آمدیؒ لکھتے ہیں: ''العمل بقول الغير من غير حجة ملزمة.'' [الاحکام ۲۴۶:۳]
یعنی حجۃ ملزمہ کے بغیر، کسی کی بات پر عمل تقلید ہے۔
افسوس قصیدہ نونیہ میں ابن قیمؒ نے علامہ آمدیؒ کو ثور یعنی بیل کہا ہے۔
اس لیے (۱) نبی اکرم ﷺ کے قول کو رجوع یہی تقلید اصطلاحی نہیں۔
(۲) جس پر تمام مجتہدین کا اجماع ہو اس کو رجوع کرنا بھی اصطلاحی تقلید نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے قول کی حجت ملزمہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آپ کے فرامین کی تصدیق کے لیے آپ ﷺ کے معجزات شاہد ہیں جبکہ قول رسول ہی سے بلا تعارض اجماع ثابت ہے۔
(۳) اگر قاضی عادل گواہوں کی شہادت پر عمل کرے یا غیر مجتہد مجتہد کے قول کی طرف رجوع کرے تو یہ بھی اصطلاحی تقلید کے ذیل میں نہیں آتی کیونکہ اجماع کی بات رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی وجہ سے مانی جائے گی اس طرح مجتہد اور عادل گواہوں کی بات ماننے پر بھی اجماع ہے۔
علامہ آمدی نے آخر میں لکھا ہے:

''وان سُمّي ذلك تقليدا بعرف الاستعمال فلامشاحة في اللفظ.''

''ہاں اگر استعمال میں معروف ہونے کی وجہ سے ان صورتوں کا نام بھی تقلید ہو تو لفظ میں کسی بخل سے کام نہیں لیا جاتا۔''
یعنی پھر اس کو تقلید عرفی کہا جاسکتا ہے۔ اور پھر لکھتے ہیں کہ مفتی سے مجتہد مراد لینا ضروری ہے۔
عام طور پر مشہور تعریف یہ کی جاتی ہے: ''الأخذ بقول الغير من غير حجة.''
علامہ آمدیؒ نے حجۃ کو ملزمہ کی قید کیساتھ مقید کیا ہے تو گویا تقلید کی ماہیت میں عدم علم بالدلیل داخل نہیں۔ کہ تقلید تب ہوگی جب بلا دلیل ہو جبکہ عدم مطالبہ دلیل خاص تفصیلی مجتہد کا داخل ہے اس لیے ظاہر تعریف سے یہ مطلب کشید کرنا درست نہیں کہ تقلید بے دلیل بات ماننے کا نام ہے۔
حیات حافظ ابن قیمؒ کے مصنف پروفیسر غلام احمد حریری صاحب اتباع و تقلید کے مابین نکتہ امتیاز بتلاتے ہیں:
''ابو عبداللہ ابن خویز منداد بغدادی بصری مالکی تقلید کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: تقلید کے

معنی شریعت میں ایسے قول کی جانب رجوع کرنا ہے جس کے قائل کے پاس کوئی دلیل نہ ہو۔"

[اعلام الموقعین ۲:۲۹۹]

امام شوکانی نے تقلید کی چند ایک تعریفیں کی ہیں۔اُن کے خیال میں یہ تعریف زیادہ موزون ہے:
تقلید ایک ایسے شخص کی بات کو بلا دلیل تسلیم کرنے کو کہتے ہیں جس کا قول دین میں حجت نہ ہو۔

[ارشاد الفحول:۲۴۷]

ان ہر دو تعریفات کی روشنی میں رسول اکرم ﷺ فقہی شاہد اور اجماع کی پیروی تقلید کی تعریف سے خارج ہو جائے گی۔مگر میرے خیال میں ان دونوں تعریفات میں بعد المشرقین پایا جاتا ہے۔فرض کیجئے ایک شخص کسی امام کی تقلید کرتا ہے جیسا کہ آج کل عام طور سے رائج ہے تو وہ ابوعبداللہ کی رائے میں مقلد نہ ہوگا جبکہ امام شوکانی کی تعریف کے مطابق وہ مقلد ٹھہرے گا۔مقلد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ امام کے پاس اپنے قول کی دلیل موجود ہے لہٰذا اس کی تقلید کرنے والا ابوعبداللہ کی تعریف کے مطابق مقلد نہیں کہلائے گا۔امام شوکانی کی رائے میں مقلد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ امام کے قول پر عمل کرنے والا صرف اس کے قول پر عمل پیرا ہوتا ہے قطع نظر اس کے کہ اس کی کوئی دلیل ہو یا نہ ہو لہٰذا میری ذاتی رجحان ابوعبداللہ کی جانب ہے کیونکہ اکثر لوگ دینی امور میں ائمہ کی اقتداء کے محتاج ہیں۔اُن کی پیروی کرنے کی صورت میں انہیں زمرۂ مقلدین میں شامل نہیں کیا جائے گا بخلاف ازیں اتباع ایک ایسے قول پر عمل کرنے کو کہتے ہیں جو دلیل سے ثابت ہو اور قائل اس پر مطمئن ہو اتباع شریعت میں درست ہے اور تقلید ناروا۔ [حیات حافظ ابن قیم:۱۲۰]

یہ تو مصنف مذکور کی اپنی رائے ہے کہ شوکانی کی تعریف رد کر لی حالانکہ علامہ شوکانی اُن کا مجتہد ہے۔جبکہ ابن خویز منداد مصنف کے قول کے مطابق بھی امام مالک کی تقلید کرنے والے ہیں۔التفسیر والمفسرون ڈاکٹر محمد حسین ذہبی کی تالیف ہے ادارۃ القرآن نے یہ کتاب شائع کیا ہے۔اس کتاب میں وہ لکھتا ہے: تفقه على مذهب الزيدية وبرع فيه وألف وأفتى ثم خلع ربقة التقليدي وتحلى بمنصب الاجتهاد وألف رسالة سماها "القول المفيد في وجوب الاجتهاد والتقليد".

یعنی علامہ شوکانی نے زیدی فقہ حاصل کیا اور اس میں خوب مہارت حاصل کی اور اس میں کتابیں لکھیں اور فتویٰ دینے لگے پھر تقلید کی کڑی اُتار کر پھینکنے لگے اور اجتہاد کے منصب پر آراستہ پیراستہ ہو گیا اور القول المفید نامی کتاب لکھی۔

جہاں تک اتباع وتقلید کے فرق کا تعلق ہے تو لغت کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے تقلید کے بدترین نوع کو اتباع کہا ہے: اِذْ تَبَرَّءَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا. اس مقام پر تین دفعہ اتباع کا لفظ آیا ہے۔

شیخ عبدالسلام رستمیؒ اس آیت کے نیچے لکھتے ہیں: مراد ددے نہ مریدان شاگردان او مقلدین د هغوی دی او د اتباع نہ مراد دلتہ تقلید (بے دلیلہ تابعداری) دے.

[احسن الکلام: ۵۴۴]

"اس سے مراد مرید شاگرد اور اُن کے مقلدین ہیں اور یہاں اتباع سے مراد تقلید (بلا دلیل تابعداری) ہے۔"

تو گویا مولانا بھی یہاں اتباع سے تقلید اعمیٰ مراد لیتے ہیں۔ بہرحال تقسیم ثنائی ہے بحث کرنے والا ادلہ کے ساتھ اگر استنباط کی بہ ہمہ وجوہ معرفت تامہ رکھے تو مجتہد ہے اور اگر سرے سے عالم نہ ہو یا مذکورہ کیفیت کے ساتھ استنباط کے وجوہ اور طرق سے قاصر ہو تو یہ مجتہد کا مقلد کہلایا جائے گا چاہے محقق ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں جس سنت کے مقابلہ میں سنت نہ ہو (اور مقابلہ سے مراد ابن حجر کی تحقیق کے مطابق "وظاهرهما التعارض" ہے نہ کہ ایک سنت دوسرے کا حقیقۃً مقابل اور معارض ہے۔ ولا تعارض بین الیقینیات کما سیأتی عند ذکر عبارة بدائع الفوائد. بلکہ بدعت ہو تو وہاں ثنائی تقسیم یوں ہے کہ یا متبع ہوگا یا مبتدع اور یہ کہنا کہ یا متبع ہوگا یا مقلد۔ یہ یار لوگوں کی خانہ زاد بلا دلیل مخترع اصطلاح ہے۔

نوٹ: ایسے مقامات پر مقابلہ کا مطلب اُصول الشاشی کا طفل مکتب بھی سمجھتا ہے۔ کیونکہ اُصول الشاشی میں ہے: فان قابلہ خبر الواحد أو القیاس. یعنی عارضہ ظاهرا.

بہرحال تقلید کرنے والے پر فتویٰ سے پہلے یہ تحقیق ضروری ہے کہ وہ تقلید کسے کہتے ہیں۔ مثلاً آج کل ایک آدمی فاتحہ خلف الامام آمین بالجہر وغیرہما مسائل میں اگر امام ابوحنیفہؒ کی

ترجیح مان لے کہ دونوں طرف صحیح احادیث کی موجودگی میں ہماری رائے، ترجیح اور تطبیق سے امام ابوحنیفہؒ کی ترجیح بہتر ہے تو اس میں آخر شرک یا بدعت کی کونسی بات ہے؟ بالکل اسی طرح صورت حال کے مطابق علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے: ''فان سمیتم ذلك تقلیدا فلیس الشان فی الأسماء و نحن لاننكر التقلید بهذا المعنى فسموا ما شئتم . کہ انذار نذیر کے مفہوم میں حجت ضروری ہے کہ نذیر حجت پیش کرے گا ورنہ نذیر نہیں۔ [اعلام الموقعین ۲:۲۴۵]

اسی طرح لکھتے ہیں: ''وهذه المسائل التی ذکرتم أنها من لوازم الشرع لیست تقلیدا وانما هی متابعة وامتثال للأمر فان ابیتم الا تسمیتها تقلیدا فالتقلید بهذا الاعتبار حق وهو من الشرع ." [اعلام الموقعین ۲:۲۶۳]

یعنی اگر کوئی حکم ماننے اور تابعداری کو تقلید کہے تو اس اعتبار سے تقلید حق ہے۔

اور ہمارے اُصول کی کتابوں میں تعریف کرتے ہوئے یہ بھی ہے: التقلید اتباع الانسان غیره.

تو ہماری اصطلاح میں تقلید و اتباع میں تبائن کی نسبت لینا غلط ہے۔

زرکشی نے تقلید کی تعریف اور بحث کے بعد آخر میں لکھا ہے: نبی علیہ السلام کے قول کو تقلید کہنا اور نہ کہنا اس پر مرتب ہے کہ آپ کوئی بات قیاس سے فرماتے یا نہ فرماتے۔ اصح ہے کہ فرماتے پھر تو تقلید ہے کیونکہ یہ علم نہیں کہ آپ ﷺ کا فرمان وحی سے ہے یا قیاس سے۔ [سلاسل الذہب: ۴۴۰]

جبکہ تعلیق والا لکھتا ہے کہ اس سے حقیقۃً تقلید مراد نہیں بلکہ اتباع مراد ہے اور آخر میں اس کو اختلاف لفظی بتایا ہے۔ تفسیر احسن الکلام میں امام شافعی کی اس بات کی تاویل کی گئی ہے کہ میں نے عمرؓ اور عثمانؓ کی تقلید کی ہے: ''ابن قیم په اعلام الموقعین ۴: ۱۴۲ کښې ولیلی دی چی د امام شافعی مراد په دے تقلید معروف نه دے بلکه په معنیٰ د اتباع دے ." [احسن الکلام ۱: ۵۵۳]

''ابن قیمؒ نے [اعلام الموقعین ۴: ۱۴۲] میں کہا ہے کہ اس سے امام شافعی کا مراد تقلید معروف نہیں بلکہ اتباع ہے۔'' (گویا تقلید بمعنی اتباع آیا ہے)

پھر لکھتے ہیں: ''کله اتباع ځای د تقلید او تقلید په ځای د اتباع کښې مجازا

استعمالیګی، لکه په دی آیت کریمه کښی د الله تعالیٰ د طرف نه امر دے په اتباع د ما انزل الله سره او باطل پرستو هم خپل عمل ته اتباع وئیلی دی لکه بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا او داسی فرق ابن قیم په اعلام ۲ :۱۸۷ کښی او ابی العز په رسالة الاتباع کښی کړی دے." [احسن الکلام ۱:۵۵۳ سورة البقرة ۲:۱۷۰]

"اتباع تقلید کی جگہ اور تقلید، اتباع کی جگہ مجازاً مستعمل ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتباع ما انزل اللہ کا حکم ہے اور باطل پرستوں نے بھی اپنے عمل کو اتباع کہا ہے جیسا کہ بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا اور یہ فرق [اعلام الموقعین ۲:۱۷۸] نیز ابن ابی العز نے اپنے رسالہ الاتباع: ۲۳ میں ذکر کیا۔"

بہر حال معنی لغوی کو اصطلاحی سمجھ کر اس پر تردید کرنا غلط ہے۔ مثلاً صحیح مسلم میں کتاب الحج میں روایت ہے: کنت افتل قلائد هدی رسول الله ﷺ. تو مسلم کی روایت کا ترجمہ اور تشریح کرتے ہوئے غیر مقلد وحید الزمان لکھتا ہے:

لطیفہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقلد ہونا جانوروں کا کام ہے اور حضرت نے اور صحابہ نے جو مقلد بنایا۔ جانوروں کو بنایا اور حاملان حدیث کی سواریاں۔ پس وائے ہے اُن لوگوں پر جو آدمی کی صورت ہو کر مقلد بننا چاہتے ہیں۔ [صحیح مسلم شرح نووی ترجمہ وحید الزمان ۳:۳۴۸]

حضرت لفظ کے استعمال پر علامہ وحید الزمان نے صاد کیا ہے۔ حالانکہ وائے اُن پر ہے جو لغوی اور اصطلاحی معنی میں تلبیس کر کے احکام فاسدہ نکالتے ہیں اور اس کا احساس بھی نہیں رکھتے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا ۔۔۔ اور کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اعتقادیات اور توحید میں تقلید نہیں

علامہ آمدیؒ لکھتے ہیں: "ان التوحيد لا يجوز فيه تقليد العامي للعالم." [الاحکام ۱:۱۵۷]

"توحید میں عامی کے لیے کسی عالم کی تقلید ناجائز ہے۔"

کیونکہ توحید کے عقلی دلائل عالم اور عامی دونوں میں مشترک ہے ہاں شرعی احکام میں عامی پر عالم کی بات ماننا واجب ہے اور جب ایک کا قول لینا واجب یا جائز ہے تو جماعت کا قول بطریق اولیٰ واجب ہے۔

اسی طرح لکھتے ہیں: بعض لوگ کہتے ہیں کہ اصول اور اعتقادیات کے دلائل پوشیدہ ہیں تو ان میں تقلید فروع کی تقلید سے بھی اولیٰ ہونی چاہئے۔ فرماتے ہیں کہ بات اس طرح نہیں، فان المطلوب فی الأصول القطع والیقین بخلاف الفروع فان المطوب فیها الظن وهو حاصل من التقلید فلا یلزم من جواز التقلید فی الفروع جوازه فی الأصول . [الاحکام ۴: ۲۴۹]

''اصول اور عقائد میں قطع اور یقین مطلوب ہے جبکہ فروع میں ظن مطلوب ہے اور ظن تقلید سے حاصل ہوتا ہے تو فروع میں تقلید کے جواز سے اُصول وعقائد میں تقلید کا جواز معلوم نہیں ہوتا۔''

تفسیر حقانی کے حوالہ سے پہلے گزرا کہ اعتقادیات میں ظن کام نہیں دیتا ہاں اعمال میں جہاں کہ ظن وتخمین سے بھی کام چل سکتا ہے جیسا کہ خبر آحاد وقیاس ائمہ دین بے شک وہاں ظن معتبر ہے۔ علامہ ابن قیمؒ نے بھی فائدہ کا عنوان دے کر امام مالک کے اُصول بتلائے ہیں: ''اتباع عمل أهل المدینة وان خالف الحدیث وسد الذرائع وابطال الحیل.''

''وہ مدینہ والوں کے عمل کی تابعداری کرتے ہیں اگر چہ حدیث کے خلاف ہی کیوں نہ ہو اس طرح ذرائع کی بندش اور حیلوں کا بطلان (امام مالکؒ کے اُصول میں سے ہے)۔''

دیکھا ظاہر حدیث کے خلاف پر بھی صرف مدینہ والوں کے تعامل سے بلانکیر ابن قیمؒ نے امام مالکؒ کا اصل نقل کیا پھر فائدہ کا عنوان دے کر لکھتا ہے: ''شرط العمل بالظنیات الترجیح عند التعارض فان وقع التساوی ففیه قولان : التخییر والتوقف فان کان طریق العمل التقلید فهل یشترط الترجیح فی أعیان من یقلده فیه وجهان . فان کان طریق العمل الیقین فلامدخل للترجیح هناك اذاالترجیح انمایکون بین متعارضین ولاتعارض فی الیقینیات .'' [بدائع الفوائد ۴: ۳۲ تا ۳۳]

حاصل یہی ہے کہ ظنیات میں تعارض کے وقت ترجیح کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ اس میں عمل کا طریقہ تقلید ہے لیکن یقینیات میں عمل کا طریقہ چونکہ یقین ہے تو ترجیح کی ضرورت وہاں نہیں۔ یقینیات میں تعارض ہی سرے سے نہیں ہوا کرتا اور ترجیح تو دو متعارض نصوص کے درمیان ہوتا ہے

گویا تقلید ظنیات میں ہے اور اعتقادیات میں نہیں۔

علامہ ابن قیمؒ نے امام مالکؒ کا اصل ایک یہ بتلایا کہ اہل مدینہ کے عمل کا وہ تابع ہے وان خالف الحدیث. تو اہل مدینہ کا وہ عمل لیتے جو ظاہر حدیث کے خلاف ہو ورنہ امام دارالہجرۃ پیغمبر کے احادیث کا مخالف بن بیٹھے اللہ کی پناہ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام احمدؒ فرماتے تھے کہ زندگی میں ضعیف حدیث پر ایک دفعہ عمل کرو۔ لیکن یہ بات مبہم ہے اس کی وضاحت یوں ہے: امام احمد کے سامنے جب کوئی ضعیف حدیث آئی اور اُس کے معارض کوئی دوسری حدیث نہ ہوتی اور اگر چہ وہ ان کا مختار نہ ہوتی مگر کم از کم ایک مرتبہ وہ اس پر بھی عمل کر لیتے مبادا وہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہو اور قصور علم کی وجہ سے صحیح طریقہ پر ہم کو نہ پہنچا ہو۔ [ترجمان السنہ۴:۹۶]

یہ مطلب نہیں کہ احادیث متعارضہ کے وقت بھی کبھی ایک حدیث پر اور کبھی دوسری حدیث پر عمل کرتے تھے۔

علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے: صدقہ فطر کے مسئلہ میں: المقصود خلة المساكين يوم العيد وعلى هذا فيجزئ اخراج الدقيق وان لم يصح فيه الحديث. [اعلام الموقعین۳:۱۶]

''عید الفطر کے دن مقصد مسکین کی حاجت برآری ہے تو آٹا سے صدقہ فطر نکالنا درست ہے باوجودیکہ اس میں کوئی حدیث صحیح نہیں آئی ہے۔''

ایک اشکال کی وضاحت

علامہ ابن قیمؒ نے لکھتے ہیں: عامی کا کوئی مذہب نہیں اس لیے کسی بھی مذہب کی صلاحیت واستعداد کا فہم اس میں نہیں۔ فاذا قال أنا شافعي أو حنفي أو حنبلي أو مالكي أو غير ذلك لم يصر كذلك بمجرد القول.

لہٰذا وہ ائمہ اربعہ وغیرہ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے کے باوجود صرف اس کے کہنے سے یوں حنفی شافعی وغیرہ نہیں بنے گا۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ عامی اگر مشکل مسئلہ کے حل کے لیے مفتی سے پوچھے تو جو

مفتی کہے وہ یہ عامی لے گا۔ جب یہ مفتی مجتہد ہے (جیسا کہ متقدمین کے زمانے میں مفتی مجتہد کو کہا کرتے تھے) تو عامی کا حق ہی نہیں بنتا کہ اس پر ایک معین مذہب کی پابندی لاگو کرتے ہوئے سوال کرے۔ وہ خود اپنے اجتہاد کے موافق اس صورت میں فتویٰ دینے کا پابند ہے یہ اپنے جیسے دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کرے گا۔

ہاں عامی کا طرز یہ ہونا چاہئے کہ وہ ایک شافعی سے مثلاً اپنے مشکلات میں پوچھے اور وہ اس عامی کو علی وجہ النقل جواب دے۔ لیکن یہ جواب علی وجہ الفتویٰ نہ ہو لیکن عامی اگر مجتہد پر باعث ہو کہ تو مجھے اپنے امام کے مسلک کے مطابق فتویٰ دے گا تو یہ حق عامی کو نہیں کیونکہ اس کا دعویٰ اگر چہ امام معین کی نسبت کا ہے لیکن یہ اس میں بھی جاہل ہے مجتہد کی بہ نسبت ورنہ اسے استفتاء اور سوال کی مجتہد سے کوئی ضرورت پیش نہ آتی۔ ہاں غیر مجتہد عالم سے اس طرح پوچھ سکتا ہے۔ اور یہ اس عبارت کا بھی مطلب ہے: مذهب العامی مذهب مفتيه وليس العامی على مذهب معين .

لیکن اگر عامی آس پاس مجتہد مطلق کو نہ پائے بلکہ مذہب معین کا پیروکار پائے مثلاً حنفی، شافعی یا وہ مفتی حقیقۃ بمعنی مجتہد نہیں لیکن مجتہد کے اقوال کی نقل کرنے کی استعداد کی وجہ سے تشبہاً اور مجازاً مفتی کہلایا جاتا ہے تو اس صورت میں "مذهب العامی مذهب مفتيه " والاکلیہ فٹ نہیں ہوتا۔ اور یہی مطلب اس عبارت کا ہے کہ شامی میں ہے کہ عامی کا مذہب نہیں ہوتا ہاں جس مفتی کا التزام کرے اُس کے مذہب کی طرف منسوب ہوگا اور اگر کسی مفتی کا التزام نہ کرے تو لامذہب رہے گا۔

شاہ ولی اللہؒ کہتے ہیں: وان استفتیٰ فقیهاً فأفتاه لا كفارة عليه لأن العامی يجب عليه تقليد العالم اذا كان يعتمد على فتواه فكان معذورا فيما صنع .

یہاں چونکہ مجتہد کی بات نہیں بلکہ ایک عام فقیہ اور عالم کی بات ہے تو فرماتے ہیں کہ عامی پر بشرط اعتماد اس عالم کی تقلید واجب ہے اور پھر تقریبا چھ سطر کے بعد یہ عبارت ہے: وقد علم من هذا

أن مذهب العامي فتوىٰ مفتيه .[حجۃ اللہ البالغۃ ا:۱۵۸]

یعنی اس صورت میں عامی کا مذہب اس غیر مجتہد مفتی کے فتویٰ کے مطابق سمجھا جائے گا۔

شیخ الہندؒ نے نقل کیا ہے کہ شاہ ولی اللہؒ ہر ایک مسلک والے کو اُس کے مسلک کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔[ایضاح الادلہ:۱۳۶]

شاہ ولی اللہ صاحبؒ بھی اپنے بعض خطوط میں خواجہ محمد امین کو لکھتے ہیں: فتویٰ بحال مستفتی کار میکنم مقلد ہر مذہبے کہ باشد اوراز ہماں مذہب جواب میگویم خدائے تعالیٰ بہمہ مذہبے ازیں مذاہب مشہورہ معرفتی وادااست الحمدللہ۔

یعنی جس مذہب کا مقلد جو بھی مسئلہ پوچھتا شاہ ولی اللہ صاحبؒ اسی مسلک کے مطابق اُس کو فتویٰ دیتے تھے تمام مذاہب مشہورہ کی معرفت اُسے حاصل تھی۔ لامذہبیت کے مطابق اُن کا فتوی ہرگز نہ ہوتا تھا۔

اور یہی مطلب ہے ابن امیر الحاج کی شرح تحریر کی عبارت کا ہے: وهل يقلد غيره (أي غير من قلده اولا) في غيره (أي في غير ذلك الشئ) المختار نعم للقطع بأنهم كانوا يستفتون مرة واحدا ومرة غيره، غير ملتزمين مفتيا واحدا .فلو التزم مذهبا معينا كأبي حنيفة والشافعي، فقيل: يلزم وقيل لايلزم .

اور پھر عدم وجوب التزام کے قول کو لیا ہے جیسا کہ جمہور علماء کہتے ہیں کیونکہ لا واجب الا ما أوجب الله . اور اللہ نے جاہل پر مجتہد معین کی تقلید واجب نہیں کیا بلکہ مجتہد عالم کی تقلید واجب کیا ہے۔ یہ وہ جواب ہے جو دکتور محمد سعید رمضان بوطی نے اپنی کتاب "لامذهبية اخطر بدعة تهدد الشريعة الاسلامية" میں لکھا ہے۔ لیکن اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ جیسا التزام مذہب معین کا حتمی اور فرض قطعی کی طرح عقیدہ رکھنے والا خطا کار ہے اس طرح کہ اگر یہ عقیدہ رکھے کہ روزانہ یا سالانہ یا مہینہ کے بعد امام تبدیل کرتا رہے گا تو بھی خطاء کار ہے۔ اللہ نے صرف اس کا اسے مکلف بنایا ہے کہ جب اس کے فہم کی رسائی ادلہ اصلیہ کی معرفت کاملہ کی طرف کسی مسئلہ میں

نہیں تو مجتہد سے پوچھ کر اس کی تابعداری کرے یعنی امام کے التزام کا ایجاب جیسا اصل حکم سے زائد ہے۔ اس طرح ائمہ کی تبدیل کرانے کا التزام بھی اس طرح اصل حکم سے زائد ہے۔ کیونکہ اصل حکم صرف اتباع اور تقلید ہے اور اصل سے زائد شرط بغیر دلیل کے باطل ہے۔ کل شرط لیس فی کتاب اللہ فھو ردّ۔ تو کبھی یہ لوگ "لادلیل علی وجوب الالتزام" قضیہ سالبہ کلیہ استعمال کرتے ہیں، اور پھر مقلد کو اپنے امام کی تغییر کے التزام کا حکم بھی دیتے ہیں تو جب التزام مذہب کے ایجاب پر دلیل ندارد جیسا کہ یہ رٹ لگایا جاتا ہے تو التزام چاہے تغییر کا ہو یا عدم تغییر کا دونوں میں تو فرق نہیں رہا۔

ہاں اگر عقیدہ رکھے کہ شارح نے مثلاً التزام حنبلیت کا حکم تو نہیں دیا کہ بس یہی حق اور فرض ہے تو پھر بغیر خواہش پرستی اور دنیا پرستی و جاہ پرستی کے دوسرے مذہب مثلاً شافعیت کو آجائے۔ لیکن پھر بھی مذہب معین رہا اور فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ کا حکم مطلقاً ہے امام خاص کا التزام ہو یا نہ اور یہ التزام ایک مذہب کا کبھی تو اس لیے ہے کہ اس کے آراء پر اس کا دل مطمئن ہوتا ہے اور کبھی اس لیے ہے کہ اس مذہب کے آراء اور فتاویٰ سے اطلاع پانا میرے لیے آسان ہے کہ میرے علاقے اور وطن میں اس مذہب کے علماء اور مفتی ملتے ہیں۔ مثلاً افغانستان، ترکستان، پاکستان یا ہند وچین کے مسلمان کہ ان مقامات میں یہی مذہب غالب ہے اور اس التزام پر نکیر ثابت نہیں۔

علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں: أما أهل المدينة فعلمهم عن اصحاب زيد بن ثابت رضی اللہ عنہ وعبدالله بن عمر رضى الله عنهما. وأما أهل مكة فعلمهم عن اصحاب عبدالله بن عباس رضى الله عنهما . وأما أهل العراق فعلمهم عن اصحاب عبدالله بن مسعود رضى الله عنهما. قال ابن جرير: وقد قيل أن ابن عمر رضی اللہ عنہ وجماعة ممن عاش بعده بالمدينة من أصحاب رسول الله ﷺ انما كانوا يفتون بمذاهب زيد بن ثابت رضی اللہ عنہ وما كانوا أخذوا منه مما لم يكونوا حفظوا فيه عن رسول الله ﷺ قولا. [اعلام الموقعین ۴:۲۲،۱:۲۱]

یعنی مدینہ کے لوگوں کا علم زید رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے تھا (یعنی صرف ان دو سے پوچھتے) مکہ والوں کے پاس عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور عراق والوں کے پاس عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب کا علم تھا (اُن سے پوچھتے)۔ ابن جریر نے کہا ہے: ابن عمر رضی اللہ عنہ اور اس کے علاوہ دیگر صحابہ جو مدینہ میں تھے وہ زید رضی اللہ عنہ کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور جن لوگوں نے زید رضی اللہ عنہ سے علم حاصل کیا تھا اُن کے مذہب پر فتویٰ دیتے تھے جب اُنہیں پیغبر کی حدیث معلوم نہ ہوتی تھی۔

علامہ سبکی کی طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ابن رجب کا طبقات الحنابلۃ، برہان الدین کا طبقات المالکیہ اور حافظ قرشی کی طبقات الحنفیۃ موجود ہیں۔ جو اُن کے مقلدین کے التزام کی قوی اور مضبوط دلیل ہے۔ بہرحال اگر مقلد ایک مذہب معین کا التزام کرے اور اس سے الگ نہ ہو تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہاں یہ عقیدہ رکھے قطع ویقین کے ساتھ کہ اللہ نے اس التزام کا مکلّف ہمیں نہیں بنایا۔

دکتور محمد سعید رمضان بوطی نے اپنی کتاب میں مثال دی ہے کہ قرآن کے پڑھنے کا انداز دس متواتر قراءتوں سے ثابت ہے اور ہر قراءت کی ہر ایک مقرر امام نے خدمت کی اور مسلمان جو بھی قراءت پڑھ لے درست اور کار ثواب ہے بالکل اس طرح جس امام کی تقلید اور تابعداری مسلمان کر لے تو درست ہے۔ کیا مسلمان کے لیے ایک قراءت کا التزام حرام ہے؟

دونوں صورتوں میں فرق کیا ہے اگر وہ قرآنی آیات کے قراءتوں کے ائمہ ہیں اور ان میں سے کسی ایک کا اتباع درست ہے تو یہ فقہ اور دین کے فروع کے ائمہ ہیں ان میں سے کسی ایک کے معین مذہب کی تابعداری بھی درست ہے اور دلیل ہمارے پاس جس طرح اقتداء بائمۃ القراء ت کے تغیر اور عدم میں نہیں بالکل اس طرح اقتداء بائمۃ الفقہ سمجھ لیں دونوں کا حکم برابر ہے خلاصہ یہ کہ اختلافی قراءتیں متواتر ہیں مگر تلاوت صرف اسی قراءت پر کی جائے گی جو ہمارے علاقے میں تلاوتاً متواتر ہوگی۔ صحابہ اور تابعین کے دور کے بعد جب ائمہ کا زمانہ آیا تو ان ائمہ نے مقلدین کو اگر التزام مذہب کا عموماً حکم نہیں کیا تو عدم التزام مذہب کا بھی نہیں کیا ہے بلکہ عطاء بن ابی رباح اور امام مجاہد کا فتویٰ مکہ میں چلتا تھا اور بادشاہ کا منادی اعلان کرتا کہ فتویٰ صرف ان دو اماموں سے لینا۔ [شذرات الذہب ۱:۱۴۸]

کبھی یہ لوگ کہتے ہیں کہ تقلید اصل سے باطل ہے تو پھر نوع تقلید التزام مذہب معین کے بطلان کا تکرار کیوں؟ اور اگر التزام مذہب معین باطل ہے تو تقلید کو جڑ سے دور پھینکنے کا کیا مطلب؟ ہاں شرائط کے ساتھ ایک مذہب سے انتقال کر کے دوسرے مذہب پر پابند رہنا درست ہے۔ اور جائز تقلید کا یہی مطلب ہے جیسا کہ علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں "وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا" کے نیچے جواز لکھ دیا اور یہاں جاہل کے لیے جواز اور سورۃ نحل کی آیت میں عامی کے لیے جواز نقل کر کے جاہل کی وضاحت کی اور یقیناً ہر مقلد اپنے مجتہد کے علم کی طرف نسبت کرتے ہوئے مجتہد کی نسبت جاہل ہے۔

انتقال مذہب

ملا جیونؒ نے لکھا ہے: اذا التزم التبعية يجب عليه ان يدوم على مذهب التزمه ولا ينتقل الى مذهب آخر فلأن الانتقال يوجب أن يظهر عنده بطلان المذهب السابق .

[التفسیرات الاحمدیہ: ۵۲۳]

"جب ایک مذہب کے تابع ہونے کا التزام کر لیا تو اس مذہب پر اس کے لیے ہمیشہ رہنا واجب ہے اور دوسرے مذہب کو نہ جائے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلا مذہب باطل تھا۔"

حالانکہ مذاہب اربعہ حق ہیں تو جس سے انکار کرتا تھا اسی میں واقع ہو گیا اور یہ بھی ہے کہ ایک عامی کیوں انتقال مذہب کرتا ہے اگر عالم کرتا ہے تو ادلہ کی ترجیح کی وجہ سے کرے گا۔ "وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا" آیت کے نیچے دیکھ لیں۔

الاشباہ والنظائر کی کتاب الحدود والتعازیر میں ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں: وسئل شيخ الاسلام عطاء بن حمزة رحمه الله: شافعي صار حنفيا ثم اراد العود الى مذهب الأول، فقال: الثبات على مذهب الامام خير و أولى، وهذه الكلمات أقرب الى الفقه مما قاله البعض من انه يعزر أشد التعزير لانتقاله الى المذهب الأدون. [الاشباہ: ۲۲۲]

"ایک شافعی اگر حنفی بنا پھر پہلے مذہب کی طرف لوٹنا چاہتا ہے تو اس کے متعلق شیخ الاسلام عطا بن

حمزہ نے فرمایا کہ ایک امام کے مذہب پر پختگی سے رہنا اس کے لیے بہتر ہے اور یہ بہتری والے کلمات فقہ کے اعتبار سے اس تعبیر سے بہتر ہے جو بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کو سخت تعزیر دیا جائے گا کیونکہ وہ معمولی اور کم مذہب کی طرف لوٹ کر آیا ہے۔''

علامہ زرکشیؒ لکھتے ہیں: اور یہ انتقال اگر خالص عامی محض شخص کی ہو تو اس اختلافی مسئلہ پر یہی مبنی ہے کہ عامی کا مذہب ہے یا نہیں جو پہلے گزر گیا۔[سلاسل الذہب: ۳۵۴]

لیکن اتنی بات مسلم ہے کہ دنیاوی مفادات، جاہ وحشمت اور خواہش پرستی کے لیے کبھی ایک اور کبھی دوسرا مذہب اختیار کرنا درست نہیں۔ ایک آدمی نے عورت سے شادی کرنی چاہی عورت کی طرف سے شرط لگائی گئی کہ نماز میں رفع الیدین کرو گے۔ اور اس نے شرط مان کر شادی کر لی۔ امام ابوبکر جوزجانی نے سنا تو فرمایا: النكاح جائز ولكن أخاف عليه أن لايذهب ايمانه وقت النزع لأنه استخف بالمذهب الذی هو حق عنده وتركه لأجل جيفة نتنة .[شامی ۲:۲۶۳]

علامہ شامیؒ " باب القول وعدمه " کے نیچے لکھتے ہیں: قيل لمن انتقل الى مذهب الشافعي ليتزوج له أخاف أن يموت مسلوب الايمان لاهانته للدين لجيفة قذرة .[شامی ۴:۵۲۹]

'' نکاح درست ہے لیکن میں ڈرتا ہوں کہ نزع کے وقت ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھے کیونکہ جو مذہب اس کے ہاں حق تھا اس کو مردار دنیا کی وجہ سے چھوڑا۔''

ترمذی شریف کے کتاب الطلاق میں روایت ہے: لاطلاق له فيما لايملك ، یعنی جب تک کسی عورت کے ساتھ نکاح نہ کیا۔ اس کو طلاق دینے کا حق حاصل نہیں اور اس کی دلیل میں یہ واقعہ بیان کیا کہ ابن مبارکؒ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص کہے کہ اس عورت کے ساتھ اگر میں نکاح کروں تو اس پر طلاق ہے اور اس کے بعد اس نے نکاح کیا تو جن فقہاء نے اس نکاح کو جائز رکھا اس کی تقلید یہ شخص کر سکتا ہے یا نہیں؟ فرمایا: وان كان يرى هذا القول حقا من قبل ان يبتلى بهذه المسئلة فله أن يأخذ بقولهم فأما من لم يرض بهذا فلما ابتلى

أحب أن يأخذ بقولهم فلا أرى له ذلك . [ترمذی۱:۲۲۳]

تو مقلد کے ظن کا کسی قدر اعتبار کیا گیا باوجود یہ کہ حدیث صاف طور پر ثابت ہے مگر پہلے سے اگر وہ مقلد اس امام کا ہو جس کے نزدیک یہ نکاح جائز نہیں تو مبتلا ہونے کے بعد اس کو ترک تقلید کی اجازت نہیں دی۔

علامہ ابن دقیق العیدؒ نے لکھا ہے: فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين وأمر ﷺ بالثبات على سنة الخلفاء الراشدين لأمرين : أحدهما: التقليد لمن عجز عن النظر ، والثاني : الترجيح بما ذهبوا اليه عند اختلاف الصحابه .

[شرح الاربعین حدیثا النوویہ:۷۵]

”دو وجوہات کی بناء پر آپ ﷺ نے خلفاء راشدین کی سنت پر مضبوط رہنے کا حکم دیا۔ اول: جو شخص نظر و فکر سے عاجز ہو (نظر و فکر کا لغوی معنی پر لینا درست نہیں سورۃ النحل میں شہد کے مسئلہ میں "یتفکرون" موجود ہیں اور لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ بھی موجود ہیں لیکن دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے) اس کے لیے تقلید ضروری ہے۔ دوم: صحابہ کے اختلاف کے وقت جس طرح خلفائے راشدین گئے ہوں اُس کو ترجیح دینا ہے۔“ (جو کہ اصحاب الترجیح کا حق ہے اور ہمیں حکم ہے: أن لا ننازع الأمر أهله)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: لا يقلد أحدكم دينه رجلاً فان آمن آمن وان كفر كفر فان كنتم لابد مقتدين فاقتدوا بالميت فان الحيّ لا يؤمن عليه الفتنة .

[المعجم الکبیر۵:۱۲۱، حلیۃ الاولیاء۱:۱۳۶]

”دین میں اس طرح کوئی کسی آدمی کی تقلید نہ کریں کہ وہ اگر ایمان لاتا ہے یہ بھی ایمان لائے گا اور اگر وہ کافر ہوتا ہے تو یہ بھی کافر ہوگا۔ اگر ضرور اقتدا کرنا چاہو تو وفات شدہ ہستی کی اقتدا کرو کیونکہ زندہ شخص فتنہ سے مامون نہیں ہوتا۔“

کیا صحاح ستہ کے علاوہ باقی احادیث ضعیف ہیں؟

امام نوویؒ لکھتے ہیں: قال سعيد وقدم مسلم بعد ذلك الرأى فلغنى أنه خرج الى عبدالله بن محمد بن مسلم بن دارة فجفاه وعابه وعاتبه على هذا الكتاب وقال له نحوا لما قال لي أبو زرعة أن هذا يطرق لأهل البدع فاعتذر مسلم فقال: انما أخرجت

هذاالكتاب. وقلت: هو صحاح ولم أقل ان ما لم أخرجه من الحديث فى هذاالكتاب فهو ضعيف وانما أخرجت هذا الحديث من الصحيح فيكون مجموعه عندى وعندمن يكتبه عنى ولا يرتاب فى صحته فقبل عنده وحمده. [مقدمہ نووی:۱۶]

یعنی جب امام مسلم ابن دارہ کے پاس تشریف لے آئے تو اُنہوں امام مسلم کو یہ کہہ کر سرزنش کی اور عیب لگاتے ہوئے سختی کی کہ تمہارے اس مسلم کو دیکھ کر یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ تمام حدیثیں مسلم ہی میں ہیں اور اس کے علاوہ حدیث قابل قبول نہیں تو امام مسلم نے معذرت پیش کرتے ہوئے جواب دیا کہ میں نے اس کتاب کو تصنیف کر کے صرف یہ کہا ہے کہ اس کی روایات صحیح ہیں اور میں نے یہ نہیں کہا کہ جس حدیث کی میں نے اس کتاب میں تخریج نہیں کی تو وہ مطلقاً ضعیف ہیں اور منشا صرف یہ ہے کہ صحیح احادیث کا ایک مجموعہ میرے پاس ہو اور مجھ سے لکھنے والے شاگردوں کے پاس یہ مہیا ہو جائے تا کہ اس کی صحت میں کچھ شک وشبہ نہ کرے تو ابن دارہ نے امام مسلمؒ کی یہ معذرت قبول فرمائی اور پھر اُس کی تعریف کی۔

ابن حجرؒ فتح الباری کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ بخاری کے تقریبا (۸۰) راوی جہمی، قدری، شیعی، خارجی اور مرجئہ میں سے ہیں اور امام بخاریؒ کے اقران بلکہ اساتذہ نے اُن کو کذاب کہا۔ يروى المناكير، يسرق الحديث، يقلب الأخبار، مدلس ضعيف، كثيرالوهم والخطاء، مضطرب الحديث، اور سيئى الحفظ کے الفاظ سے اُنہیں یاد کیا ہے یاد رہے کہ یہ جرح سرتاج المحدثین امام بخاری کی توہین ہرگز نہیں۔

اویس قرنی کا مقام اور مرتبہ تمام اہل علم کو معلوم ہے لیکن امام بخاریؒ نے اس کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ اس لیے علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے:

”لولا أن البخارى ذكر أويساً فى الضعفاء لما ذكرته أصلاً فانه من أولياء الله الصادقين وما روى الرجل شيئا فيضعف أو يوثق من أجله.“ [میزان الاعتدال ۱:۲۷۹]

یعنی اگر امام بخاریؒ اویس قرنی کو ضعفاء میں نہ ذکر کرتے تو اُس کا تذکرہ بالکل میں نہ کرتا کیونکہ وہ اللہ کے سچے دوستوں میں سے ہے اور اس بندہ نے کوئی روایت بھی نہیں کی کہ اس کی وجہ سے اس

کی تضعیف یا توثیق کیا جائے۔

علامہ البانی نے شرح العقیدہ طحاویہ کے احادیث کی تخریج کیا ہے ایک جگہ لکھا ہے: اننا لا نسلم لصحته مع وجود عبد الله بن صالح فی طریقه فانه وان کان البخاری أخرج له فی صحیحه فهو تکلم فیه من قبل حفظه. [شرح العقیدہ طحاویہ:۳۰۷]

امام بخاریؒ نے صحیح میں اس کی روایت بھی لی ہے لیکن حافظہ کے اعتبار سے اس میں کلام کیا گیا ہے اور تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ امام جعفر صادق کی روایتوں کو ساری امت نے مستند سمجھا ہے مگر بخاری نے کہا کہ وہ قابل احتجاج نہیں۔ [بحوالہ حقیقۃ الفقہ:۷۶]

اور اسی کتاب میں ہے: مقدمہ فتح الباری میں مذکور ہے کہ عکرمہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے اُن کو بہت سے اکابرین نے کاذب اور خارجی وغیرہ کہا ہے چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سعید بن میسبؒ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فرزند علیؒ اور ابن سیرینؒ اور یحیؒ اور ابن سعید انصاریؒ، امام مالکؒ، شافعیؒ اور قاسم بن معینؒ سے اس قسم کے اُمور قادحہ اُن کی نسبت مروی ہے۔ اس وجہ سے امام مسلمؒ نے اُن کی روایتیں صحیح میں داخل نہیں کی اور امام احمدؒ، اسحاق ابن راہویہؒ، ابو ثورؒ اور یحی بن معینؒ اور ابو حاتم نے اُن کی توثیق کی ہے اور اسی بناء پر امام بخاریؒ نے اُن کی بہت سی روایتوں کو صحیح میں داخل کیا۔ [بحوالہ حقیقۃ الفقہ ۲:۱۴۳]

اب دیکھئے کہ یہ تو ممکن بھی نہیں کہ امام بخاریؒ نے اپنی ذاتی تحقیق اور چشم دید مشاہدوں سے اُن کی توثیق کی ہو کیونکہ وہ تابعی ہے اور یہ نویں طبقہ والے اس سے ظاہر ہے کہ امام وغیرہ اساتذہ کی تقلید سے اُنہوں نے اُن کی توثیق کی۔ اس تقلید کو کس درجہ کا رسوخ ہے کہ اس کی بنیاد پر اُن کی حدیثیں صحیح اور واجب العمل مانی جاتی ہیں۔ جس طرح محدثین کی تقلید کر کے بخاری کو اصح کہتے ہیں۔ اس طرح حنفیہ بھی اُنہی حضرات کی تقلید کر کے فقہ کو مطابق حدیث اور واجب العمل کہتے ہیں۔ تو حنفیہ تقلید کے باب میں مورد طعن کیوں؟

اگر تقلید حرام ہو جائے تو معاذ اللہ بخاری کو صحیح کہنا بھی حرام ہو جائے گا۔ کیوں کہ اس کو صحیح کہنا بھی تقلید ہی پر مبنی ہے۔ کسی صنعت و حرفت اور فن میں بغیر تقلید کے کام چل نہیں سکتا۔ محقق

ہر صنعت وفن میں بہت کم ہوتے ہیں۔ ہیر پیر کرنے اور توڑ پھوڑ کی وجہ سے اُس کی حقیقت تبدیل نہیں ہوتی چونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے عکرمہ کو کذاب بعض نے خارجی اور یہاں تک کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے خود اسے خبیث کہا ہے اس لیے مسلم نے صرف ایک حدیث حج میں اس سے لیا۔ اور اسماء الرجال کی کتابوں میں ہے: وسئل ابن سيرين فقال ما يسوء نی أن يدخل الجنة ولكنه كذاب. اور جب عکرمہ چھ مہینے کے بعد نجدة الحروری کے پاس سے واپس آیا۔ فسلم عليه فقال قد جاء الخبيث.

اور حقیقۃ الفقہ ۲:۱۵۱ میں ہے: من عادى لي وليا: فتح الباری میں ابن حجرؒ نے میزان سے نقل کیا کہ یہ حدیث نہایت غریب ہے اگر جامع صحیح کی حدیث نہ ہوتی تو محدثین اس کو منکرات خالد بن مخلد سے ضرور کہتے۔

یہی تقلید شخصی ہے مگر محدثین کے عملدرآمد سے ثابت ہے کہ اُنہوں نے امام بخاریؒ کی تقلید جمیع مسائل میں کی ہے۔ یہاں تک کہ امام مسلمؒ نے شرط لقاء میں جو کلام کیا۔ اس میں بھی محققین امام بخاریؒ ہی کے طرف دار ہیں جس سے ظاہر ہے کہ وہ کل مسائل میں امام بخاریؒ کے مقلد ہیں۔ اور یہ بات قابل انکار بھی نہیں اس لیے کہ جب کسی کا تبحر علمی اور تدین مسلم ہو جائے تو دل خود اس کی تقلید پر مجبور ہوتا ہے۔

آٹھ شکوک کا ازالہ

(ا) نفی سماع موتی امام ابوحنیفہ کا مسلک ہے لیکن بریلوی اور اکثر دیوبندی بھی اس سے مخالف ہیں اور سیوطی وغیرہ کی تقلید میں پھنسے ہوئے ہیں۔ [رسالہ ابلاغ والارشاد زیر تنظیم جمیعت اشاعت:۱٦]

(ب) جو شخص عقیدہ رکھتا ہے کہ نبی ﷺ غیب جانتے تھے تو وہ کافر ہے احناف علماء نے اس کے کافر ہونے پر تصریح کی ہے لیکن بریلوی حضرات اس مسئلہ میں حنفیت چھوڑتے ہیں اور پیغمبر اور بزرگوں کے لئے علم غیب ثابت کر کے اس پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ [رسالہ ابلاغ والارشاد:۱٦]

(توضیح) ہمارے بزرگوں میں سے علامہ مرتضی حسن چاندی پوریؒ نے لکھا ہے: یہ نہیں کہ حنفیت کا نام بدنام کریں اور بدعت میں سر سے پیر تک ڈوبے ہوئے ہوں۔ [توضیح المراد:۱٦]

بریلوی صرف نام کے احناف ہیں۔عمر اچھروی نے اپنی کتاب کا نام "مقیاس الحنفیة فی رد الوهابیة والغرابیة" رکھا ہے۔لیکن صرف دعویٰ سے کچھ نہیں ہوتا۔جہاں تک سماع موتی کا مسئلہ ہے تو سیوطیؒ وغیرہ کہہ کر معاملہ گول مول رکھا گیا۔کیونکہ سیوطیؒ کی طرح وحید الزمان صاحب نے صحیح مسلم کے ترجمہ میں لکھا ہے۔دیکھئے: (ص ۴۱۳ جلد ۶) قلیب بدر: اس حدیث سے صاف سماع موتی ثابت ہے عام اس سے کہ کافر ہو یا مسلمان۔اور دوسری حدیثیں بھی اس کی تائید کے لیے وارد ہیں اور بعض اہل حدیث کا مذہب یہی ہے کہ مردے سنتے ہیں اور اس وجہ سے اُن کو سلام کرنے کا حکم ہوا۔اور سماع موتی کے لیے فتاوی ابن تیمیہ کی طرف رجوع کرے۔

بلکہ دوسری کتاب میں یوں لکھتے ہیں: تعجب تو ان اہل حدیث سے ہوتا ہے جو آمین اور رفع الیدین اور اکثر مسائل میں ابو حنیفہ کا خلاف کرتے ہیں۔مگر گانے میں اور سماع موتی میں جب بحث ہوتی ہے تو فقہاء حنفیہ کا قول لاتے ہیں۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔یہ دینداری ہے یا اتباع ہویٰ نفسانی، اللہ ایسے افراط وتفریط سے بچائے۔[رفع العجاجہ عن سنن ابن ماجہ:۶۴۳]

یہ فتویٰ تو محقق اہل حدیث دے کہ دینداری ہے یا نفس کے خواہش کی تابعداری۔لیکن اُس کی مشہور کتاب هدية المهدي من الفقه المحمدي میں بھی عجیب عجیب محمدی عقائد ہیں۔

آپ مصنف کی زبانی اس کتاب کی تعریف کی جھلک دیکھ کر اپنا منہ میاں مٹھو کا نظارہ دیکھ لیں:

علامہ وحید الزمان صاحب لکھتا ہے: یا اللہ ایسی آفت کے زمانے میں تو جلدی امام مہدی علیہ السلام کو بھیج دے کہ وہ سب جھوٹے نام کے مسلمانوں کو لاتوں اور جوتوں اور تلواروں اور کوڑوں اور بندوقوں اور توپوں سے درست کرے اور حنفی اور شافعی اور مالکی (حنبلی کا نام نہیں دیا) اور شیعہ اور سنی ان سب کے تنازعات اور اختلافات کو انہام وتفہیم اور زور شمشیر سے دور کرے۔تیرے سب بندوں کو طریق قدیم اور صراط مستقیم قرآن وحدیث پر لگا دیں اور حنفی اور شافعی اور مالکی (پھر حنبلی کو ذکر نہیں کیا) ان سب کی فقہ کو موقوف کر کے فقہ محمدی مطابق طریقہ محققہ اہل حدیث کے جاری کردیں اور کتاب" هدية المهدي من الفقه المحمدي "کو جو میں امام مہدی علیہ السلام کی

خدمت میں نذر کرنے کے لیے تیار کرنا چاہتا ہوں اُس کو پورا کر دے اور تمام سچے مسلمانوں کو آپ کے ظہور تک اس پر چلنے کی اور اپنی اولاد کو اس کے پڑھانے کی توفیق دے اور اس کتاب کو کتاب ہدایہ احناف اور شرح منہاج شوافع سے زیادہ مشہور متداول کر دے تو یہ سب باتیں کر سکتا ہے۔ اے میرے مالک، اے میرے مولیٰ، اگر میں امام مہدی علیہ السلام کے ظہور سے پہلے اس دنیا سے سفر کر جاؤں تو ہر ایک مسلمان کو میری یہ وصیت ہے کہ وہ اس کتاب کو آپ کی خدمت میں لے جائے جو خاص آپ کے لیے بطور ہدیہ تالیف ہوئی ہے۔ [رفع العجاجہ کتاب الفتن ۳:۴۲۴]

نوٹ: چاہئے کہ غیر مقلد اس کی وصیت کو پورا کر لے اگر چہ فی الحال اُن کی دعا کی قبولیت کے آثار نظر نہیں آئے کہ ہدایہ احناف سے یہ کتاب زیادہ مشہور ہو کیونکہ یار لوگ خود اس کتاب کے چھپانے میں سر دھڑ کی بازی لگاتے ہیں۔

قارئین کرام! بندہ اقرار کرتا ہے کہ ہدایہ کتاب میں مثلاً مصنف سے تسامحات یقیناً ہو چکے ہیں اور مولانا عبدالحئی لکھنوی نے اُس کا ذکر ہدایہ کے مقدمہ میں نہایت فراخدلی سے کیا ہے۔ لیکن ہدیۃ المہدی کو فقہ محمدی بھی کہا جاتا ہے حنفی، شافعی اور مالکی فقہوں کی جگہ اُس کے پڑھنے پڑھانے اور عمل کرنے کا دیرینہ تمنا بھی ہے اور ہدایہ سے بھی زیادہ متداول اور مشہور ہونے کی دعائیں بھی ہیں لیکن یقین جانئے کہ اس کتاب میں صرف سماع موتی نہیں بلکہ ایسے مسائل ہیں۔ جو اگر بریلیوں کے اعتقادی مسائل سے زیادہ خطرناک، دہشت ناک اور المناک نہیں تو اُن کے غلط اور باطل مسائل سے کم بھی نہیں۔ اور اس راقم آثم نے پہلے لکھا کہ امام مہدی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کریں گے۔ لیکن یہ فقہ محمدی اگر امام مہدی کو ایک مسلمان دیکھ کر ہدیۃ دے اور اس کی وصیت پر عمل کرے تو امام مہدی علیہ السلام اس مزعومہ ''فقہ محمدیؐ'' کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ اہل حدیث کے محقق علماء ہی بہتر بتلا سکتے ہیں۔

(۲) کہا جاتا ہے کہ قبر میں یہ سوال نہ ہوگا کہ تم کس مذہب پر تھے؟

کیا واجبات صرف وہی ہیں جن کے متعلق قبر میں پوچھا جائے گا۔ کیا میت سے قبر میں قرضوں، غیر مشروع معاملات اور غیر منعقدہ بیوع یا مدارس کے چندوں کے ہضم کے متعلق

خصوصی طور پر پوچھا جائے گا؟ یا سالانہ رویداد کے جمع خرچ کا سوال ہوگا؟ کیا میت سے اہل اور اولاد کی تربیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا؟ قبر کے تین یا چار یا پانچ سوالات کا تعلق صرف کلیات وعقائد سے ہے اگر اور ماتقول فی حق هذاالرجل کا سوال ہوگا تو هذاالرجل کے احادیث کے خلاف تو احناف نہیں کرتے۔

(۳) مقلد پر عالم کا اطلاق نہیں ہوتا۔ [احسن الکلام سورۃ البقرۃ ۲:۱۷۰]

احسن الکلام کے مفسر نے یہ اعتراض نقل تو کیا ہے لیکن اسی بحث میں اسی ہی آیت کے نیچے خود لکھ دیا: ''دا روستنبی مصداقات مولانا تقی په رساله د تقلید کنبی لیکلی دی.''

[احسن الکلام ۱:۵۵۴ سورۃ البقرۃ ۲:۱۷۰]

''یہ پچھلے مصداقات مولانا تقی نے تقلید کے رسالہ میں لکھا ہے۔''

حالانکہ مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ مقلد ہے اور احسن الکلام میں انہیں مولانا لکھا گیا ہے جبکہ مولانا کا اطلاق عالم پر ہوتا ہے۔ مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنی ایک مشہور مایہ ناز کتاب میں لکھتے ہیں: جماعت اہل حدیث کے بعض متشدد حضرات نے اس دوران ایک خاص ضخیم کتابچہ بھی تقسیم کرایا جس میں خاکسار مدیر البلاغ کو کافر اور مشرک تک کہا گیا۔ [عصر حاضر میں اسلام کیسے نافذ ہو؟: ۲۳۳]

شیخ القرآن علامہ محمد طاہر پنج پیریؒ کو جو القاب دئے گئے ہیں اس کا کچھ نمونہ بدرۃ الصلاۃ کی تقریظ سے پہلے سطور میں ملاحظہ کیجئے۔ جبکہ یہ مرد ہمت مرتے دم تک حنفی تھے۔ رحمه الله رحمة واسعة.

نوٹ: سلفی ایڈیشن میں بھی شیخ المشائخ رحمہ اللہ تعالیٰ کے القابات موجود ہیں۔

(۴) وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں: صحیح مسلک محمدی ہے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کہلوانا صحیح نہیں۔

[ترجمہ صحیح مسلم کتاب المساقات والمزارعات ۴:۲۵۵]

لیکن رفع العجاجہ کے حوالہ سے پہلے گزرا ہے کہ علامہ وحید الزمان نے لکھا ہے: ائمہ اربعہ اور باقی تمام ائمہ اہل السنّت ہدایت پر تھے تو حنفی اور محمدی میں کوئی تضاد اور تقابل نہیں۔ جیسا ایک آدمی پشاور کا رہنے والا ہے تو پشاوری اور پاکستانی دونوں ہے۔ یہ سوال ہی غلط ہے کہ تم پشاوری ہو یا پاکستانی۔ بلکہ احناف ڈبل محمدی ہیں کہ امام محمدؒ کے اقوال پر کبھی کبھی فتویٰ دیتے ہیں۔ اور امام الانبیاء

محمد رسول اللہ ﷺ کے فرامین وارشادات کو ماننا اپنے لیے فخر اور عزت کا باعث سمجھتے ہیں۔ بخاری ا: ۳۴۴ پر عثمانی، علوی نسبت ہے۔ حالانکہ عثمان وعلی رضوان اللہ علیہما نے یہ حکم نہیں دیا تھا کہ ہمارے ناموں کی طرف نسبت کیا کرو۔ چاہے نسبت، نسب کے اعتبار سے کیوں نہ ہو۔ اور یار لوگوں کا اپنے آپ کو محمدی کہنا اللہ نہ کرے کہیں محمد جونا گڑھی غیر مقلد کی طرف نسبت کی وجہ سے نہ ہو۔

(۵) ابوحنیفہؒ سے پہلے لوگ کس کی تقلید کرتے تھے؟

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: ان الصحابة كلهم لم يكونوا أهل فتيا ولا كان الدين يؤخذ عن جميعهم وانما كان ذلك مختصا بالحاملين للقرآن العارفين بناسخه ومنسوخه وتشابهه ومحكمه وسائر دلالاته بما تلقوه من النبي ﷺ أو ممن سمعه منهم من عليهم وكانوا يسمون لذلك القراء. [مقدمہ ابن خلدون: ۲۱۶ طبع بولاق]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام میں بھی مفتی اور مجتہد خاص اور محصور افراد تھے۔ سارے کے سارے صحابہ علم واجتہاد میں ایک درجہ کے نہیں تھے باقی صحابہ ان مجتہدین سے پوچھ کر اُن کی بات مان لیتے تھے اور یہی تقلید ہے تو جیسے غیر مجتہدین صحابہ ابن عباس ؓ، ابن مسعود ؓ، زید بن ثابت ؓ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی تقلید کیا کرتے تھے تو آج کل کے عوام کو ائمہ اربعہ کی تقلید کرنا چاہئے اور مجتہدین اگرچہ صرف یہی چار نہیں لیکن اُن کے مذاہب کے مسائل مکمل محرر اور مدون ہیں اس کا کچھ بحث ذرا آگے ان شاء اللہ آئے گا۔

اسی طرح علامہ آمدیؒ نے لکھتے ہیں: وأما الاجماع فهو أنه لم تزل العامة في زمن الصحابة والتابعين قبل حدوث المخالفين يستفتون المجتهدين ويتبعونهم في الأحكام الشرعية والعلماء منهم يبادرون الى اجابة سؤالهم من غير اشارة الى ذكر الدليل ولا ينهونهم عن ذلك من غير نكير فكان اجماعا على جواز اتباع العامي للمجتهد مطلقا. [الاحکام ۴: ۲۵۰]

اسی عبارت کا مفاد بھی یہی ہے کہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں عوام، مجتہدین سے فتویٰ طلب کرتے تھے اور شرعی احکام میں اُن کی تابعداری کیا کرتے تھے جبکہ علماء اس وقت دلیل

کے ذکر کرنے کے بغیر اُن کے سوال کا جواب دیا کرتے تھے اور یہ کارروائی بغیر انکار کے صحابہ کے دور میں بھی جاری تھی تو یہ اجماع ہے کہ عامی کے لیے کسی مجتہد کی تابعداری جائز ہے۔ عامی کا مطلب پہلے گزرا۔ علامہ ذہبیؒ نے لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانے کے علماء تقلید کیا کریں۔

''اذا صح الحدیث فھو مذھبی'' کا مفہوم

(۶) اذا صح الحدیث فھو مذھبی کا مفہوم:

حقیقۃ حقیقۃ الالحاد میں بندہ نے حافظ ابن حجرؒ کے فتح الباری سے اس کی حقیقت وضاحت کی تھی تو اس طرح علامہ نوویؒ نے اس کا مطلب یہی بیان کیا:

''ھذاالذی قالہ الشافعی لیس معناہ أن کل أحد رأی حدیثا صحیحاقال ھذا مذھب الشافعی وعمل بظاھرہ وانما ھذا فیمن لہ رتبۃ الاجتھاد فی المذھب علیٰ ما تقدم من صفتہ أو قریب منہ وشرطہ أن یغلب علی ظنہ أنّ الشافعی رحمہ اللّٰہ لم یقف علی ھذا الحدیث أو لم یعلم صحتہ وھذا انما یکون بعد مطالعۃ کتب الشافعی کلھا ونحوھامن کتب أصحابہ الأخذین عنہ وما اشتبھھاوھذاشرط صعب قلّ من یتصف بہ وانما اشترطوا ما ذکرنا لأن الشافعی ترك العمل بظاھر أحادیث کثیرۃ رآھا وعلمھا لکن قام الدلیل عندہ علی طعن فیھا أو نسخھا أوتخصیصھا أو تأویلھا أو نحو ذلك . [المجموع ۱: ۶۴ طبع المنیریہ]

علامہ نوویؒ کی اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اذا صح الحدیث فھو مذھبی کا فرمان ہر کس وناکس کو نہیں بلکہ جو اجتہاد کے مرتبہ پر فائز ہو اُس کو یہ کہا گیا اور اس کے لیے بھی شرط ہے کہ اس کا یہ غالب گمان ہو کہ اس حدیث سے یا امام شافعیؒ واقف نہیں یا اس حدیث کی صحت کا اس کو علم نہ ہو سکا۔ لیکن یہ دعویٰ تب درست ہے جب امام شافعیؒ اور اُس کے اصحاب کے تمام کتابوں کا اچھی طرح مطالعہ بالاستیعاب کیا جائے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ کٹھن شرط ہے، بہت ہی کم یہ پاپڑ بیل سکتے ہیں اور یہ شرط علماء نے اس لیے لگا دی ہے کہ بہت احادیث کے ظاہر پر امام شافعیؒ نے باوجود دیکھنے اور علم کے عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ یا تو اس کے نزدیک حدیث میں کوئی کلام ہے۔ یا منسوخ ہے یا کوئی خاص حکم ہے یا اس ظاہر حدیث کی وہ تأویل وغیرہ کرتا ہے۔

بہرحال اذاصح الحدیث فھو مذھبی کا وظیفہ زبان پر اتنا آسان نہیں جتنا سمجھا گیا۔ اور ظاہر حدیث پر عمل نہ کرنے کے اسباب شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے رفع الملام میں نقل کیے ہیں۔

امام ذہبیؒ امام دارکی شافعیؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: قال ابن خلکان: کان یتھم بالاعتزال و کان ربما یختار فی الفتویٰ فیقال له فی ذلك فیقول ویحکم حدث فلان عن فلان عن رسول اللهﷺ بکذا و کذا. والأخذ بالحدیث أولیٰ من الأخذ بقول الشافعی وأبی حنیفة.

اور آج کل بھی ظاہر بین یہی کہتے ہیں کہ شافعیؒ اور ابوحنیفہؒ کے اقوال کی نسبت ظاہر حدیث فلان عن فلان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ جبکہ ذہبیؒ نے اس کے متعلق جو عبارت نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ شافعی ابوحنیفہ کے قول کی نسبت حدیث پر عمل کرنا اولیٰ ہے لیکن اس اولیٰ کے لیے بھی تین شرائط ذکر کیے ہیں:

[ا] اس حدیث پر ابوحنیفہؒ، شافعیؒ کی طرح کسی امام نے عمل کیا ہو مثلاً امام مالکؒ، سفیانؒ یا اوزاعیؒ۔

[ب] وبأن یکون الحدیث ثابتا سالما من علة . کہ حدیث ثابت ہو اور علت سے سالم ہو۔ اور معلول غیر معلول کی پہچان انتہائی مشکل ہے۔

[ج] وبأن لایکون حجة أبی حنیفة والشافعی حدیثا صحیحاً معارضاللاخر.

''ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کی دلیل صحیح حدیث نہ ہو جو دوسرے کا معارض ہو۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۲: ۴۵۵]

اسی طرح امام ذہبیؒ لکھتے ہیں: عن ابن عباس قال تمتع رسول اللهﷺ: فقال عروة نهی أبو بکر وعمر عن المتعة ، قال : أراکم سیهلکون ، أقول: قال رسول اللهﷺ ویقولون: قال ابو بکر وعمر ، قلت: ما قصد عروة معارضة النبیﷺ بهما بل رای أنهما ما نهیا عن المتعة الا وقد اطلعا علیٰ ناسخ .[سیر اعلام النبلاء ۱۱: ۲۳۰]

اگرچہ عروۃ نے ظاہری طور پر ابن عباسؓ کی روایت کردہ حدیث کو ابوبکر وعمر رضوان اللہ علیہما کے اقوال سے رد کیا بس کی وجہ سے ابن عباسؓ ناراض بھی ہوئے لیکن علامہ ذہبیؒ نے اس کی تاویل کی کہ شیخین کو اس روایت کی ناسخ کا علم تھا تب تو اس سے منع کیا کرتے تھے۔

نوٹ: تمتع سے منع کرنے کی وجوہات معلوم کرنے کے لیے شیخ عبد السلام رستمی نوراللہ مرقدہ کی کتاب "غیث السّحابۃ" ضرور مطالعہ کرے تا کہ اس مسئلہ میں معاملہ کی تہہ تک پہنچنا آسان ہو سکے۔

جب سب مذاہب حق ہیں تو رفع الیدین کرنے میں کیا حرج ہے؟

(۷) اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ جب سارے ائمہ حق پر ہیں تو اگر کسی عامی حنفی نے شوافع کے چند مسائل پر عمل شروع کیا مثلاً رفع الیدین یا فاتحہ خلف الامام تو کیا حرج ہے؟

تمام ائمہ کا حق پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان میں ہر ایک مجتہد اللہ کے نزدیک معذور ہے اس پر اپنے بساط بھر کوشش کے بعد اپنے اجتہاد کی رہنمائی میں چلنا درست ہے۔ اسی وجہ سے حنفی شافعی کا آپس میں اقتدا بھی درست ہے اور اگر کوئی اجتہاد کے اُصول تک رسائی کر کے اس اُونچے مرتبے پر فائز ہوا ہو تو پھر مجتہد کے لیے تقلید حرام ہے جس کی وضاحت پہلی گزر چکی ہے۔ اگر منکر معلوم ہو اور غیر اجتہادی مسئلہ ہو تو اس کا منع کرنا مسلمان پر لازم ہے لیکن جو محل الاجتہاد ہو اور مثلاً ایک مجتہد یا کوئی شافعی یا حنبلی یا صاحب ترجیح رفع الیدین کرتا ہے تو اس پر انکار درست نہیں، یا اگر کوئی شافعی اس جانور کا گوشت کھاتا ہے جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا ہو تو اس شافعی کو منع نہیں کیا جائے گا۔ شوق سے کھالیں یا اگر کوئی شافعی گوہ یا بچھو کے ساتھ ناشتہ کرتا ہو تو مزے لے کر کرلے۔ لیکن اس شافعی کو یہ حق نہیں کہ گوہ یا بچھو کے متعلق بھی بعض احادیث میں حلال ہونے کا ذکر آیا ہے تو تقریر کرتا پھیرے کہ اے احناف تم ان پر عمل کر کے مردہ سنتوں کو زندہ کرو اور احادیث پر عمل عملی طور پر رکھا دو تا کہ سو شہیدوں کا اجر ملے۔ یا اگر ایک حنفی اس گھر میں قیام پزیر ہو جو اس نے اپنے پڑوسی سے شفعہ کے حق کی بناء پر حاصل کیا۔ تو ایک شافعی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس گھر کو حاصل کرنا اس طریقے سے تمہارے لیے حرام ہے لہٰذا گھر کو خیر آباد ہی کہو کیونکہ یہ سارے اجتہادی مسائل ہیں۔

ہاں اگر ایک شافعی دوسرے شافعی کو دیکھ لے کہ وہ بغیر ولی کے نکاح کرتا ہے تو اس وقت زیادہ ظاہر یہی ہے کہ اس پر انکار کرلے۔ کیونکہ بقول امام غزالیؒ یہ کارروائی درست نہیں کہ ایک غیر مجتہد شخص مذاہب سے اپنے نزدیک پسندیدہ پسندیدہ چن چن کر عمل کرتا رہے "فیتفقد

من المذهب أطیبها عنده بل علی کل مقلد اتباع مقلّده فی کل تفصیل . بلکہ ہرایک مقلد اپنے مجتہد کی پوری تفصیل کے ساتھ تابعداری کرے۔

ہاں حنفی کے لیے ایک شافعی پر اعتراض درست ہے کہ جب بغیر ولی یوں نکاح کرلے لیکن حنفی شافعی کو اگر یوں کہے کہ اگر چہ فی نفسہ نکاح بغیر ولی کے درست ہے لیکن تیرے لیے درست اس لیے نہیں کہ تمہارا عقیدہ ہے کہ امام شافعی کا مذہب صواب ہے تو تیرے حق میں یہ گناہ ہوگا جب تم اپنے صواب کی مخالفت کرے اگر چہ اللہ کے ہاں صواب ہو۔امام غزالیؒ کے الفاظ ہیں: بأن یقول له الفعل فی نفسه حق ولکن لافی حقك وانت مبطل بالاقدام علیه مع اعتقادك أن الصواب مذهب الشافعی ومخالفة ما هو صواب عندك معصیة فی حقك وان کان صوابا عندالله.

اس طرح اگر ایک شافعی کے ساتھ ایک حنفی گوہ کا گوشت کھانا چاہے تو یہ شافعی اس حنفی پر یوں انکار کرے کہ پہلے یہ عقیدہ رکھو کہ امام شافعیؒ کی تابعداری اور اُس کے مسلک کی تقلید اولیٰ اور بہتر ہے پھر شوق سے تناول فرمائیں۔یا عقیدہ مت رکھ اور اپنے مسلک پر قائم رہ لیکن گوہ کا گوشت مت کھاؤ یہ آپ کے امام کے اجتہاد کے خلاف ہے۔ویقول له امّا أن تعتقد انّ الشافعی أولیٰ بالاتباع ثم تقدم علیه أولا تعتقد ذلك فلا تقدم علیه لأنه علیٰ خلاف معتقدك .

اس بحث کے دوران امام غزالیؒ نے ایک اور سوال کا جواب بھی دیا کہ کوئی کہے کہ اگر حنفی، ولی کے بغیر نکاح کرنا چاہے تو کہتے ہو کہ کسی شافعی کو حنفی کی اس کارروائی پر اعترض اور انکار کا حق نہیں کیونکہ حنفی اسے حق سمجھتا ہے تو پھر فلسفی یا کسی معتزلی کے نظریات پر انکار نہ کرو کیونکہ ان لوگوں کا اجتہاد اپنے نظریات و اعتقادیات کے حق ہونے کا ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے وقت امام غزالیؒ نے مسائل کی تقسیم کچھ یوں کی:

(۱) وہ مسائل جن کا تعلق حلال وحرام ہونے کے ساتھ ہے اور ان کے متعلق ہر مجتہد مصیب ہونے کا قاعدہ فٹ آرہا ہے تو چونکہ ان مسائل میں قطعی طور پر نہیں بلکہ ان فروعی مسائل میں ظن کے اعتبار سے خطا ہے تو کسی بھی مجتہد پر اعتراض وانکار درست نہیں۔

(۲) وہ مسائل جن میں حق کی رسائی صرف ایک ہی کی ہوسکتی ہے مثلاً تقدیر اور رؤیت باری تعالیٰ کا

مسئلہ اور یہ خطا، صرف جہالت سے پیدا ہوئی ہے تو ان میں اُس پر انکار اس طرح درست ہے جیسا کہ مبتدعین کی بدعت پر انکار کیا جاتا ہے اگر چہ اُن کا عقیدہ ان کے حق ہونے کا ہے، جیسا کہ یہود اور نصاریٰ کے کفریہ عقائد پر انکار کرنا ایک مسلمان کا فریضہ ہے اگر چہ نصاریٰ اور یہود اپنے کفری عقائد کو حق سمجھتے ہیں کیونکہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ وہ غلط ڈگر پر چلنے والے ہیں۔ لیکن اجتہادی مسائل میں اس طرح کی کارروائی درست نہیں۔ [احیاء العلوم۲:۳۲۶ تا ۳۲۷ دار العلم العربی حلب سوریا]

اس طرح امام نوویؒ نے بھی لکھا ہے: ثم ان العلماء ينكرون ما أجمع عليه الأئمة وأما المختلف فيه فلا انكار فيه. [نووی بر مسلم۲:۲۳]

لہٰذا ایک شافعی، حنبلی، مالکی یا حنفی اگر اپنے مسلک پر عمل کرے تو انکار کرنا اس پر درست نہیں۔

(۸) فَاسْئَلُوٓا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. اور يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْٓا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ. کے بارے میں شیخ الکل فی الکل مولوی نذیر حسین دہلوی نے یوں لکھا ہے: "ان دونوں آیتوں میں اہل ذکر اور اولوا الامر سے ائمہ مراد نہیں۔ پہلی آیت میں اہل ذکر سے مراد اہل کتاب ہیں اور اس آیت کے مخاطب کفار مکہ ہیں۔

[فتاویٰ نذیریہ:۸۹ طبع عربی پرنٹنگ ورکس]

لیکن اس کا جواب واضح ہے تاہم بہتر یہ ہے کہ شیخ الکل کا جواب نقل کیا جائے۔ اُنہوں نے آگے اسی بحث میں بزعم خود تقلید شخصی کی تردید میں آیت نقل کی ہیں۔ فَبِأَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ اور وَإِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ. پھر اُنہی کے الفاظ پڑھیے: اب جو کوئی کہے کہ آیات کفار کے حق میں وارد ہیں تو وہ بڑا جاہل ہے اور بے وقوف ہے کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ کہ خصوص محال کا۔

[فتاویٰ نذیریہ:۱۰۵]

اور دونوں عبارات کا نتیجہ بھی خود نکالئے۔ مشہور آٹھ شبہات کے بعد چند حقائق پر تبصرہ ناگزیر ہے۔

تقلید شخصی

یہ بات تو مسلم ہے کہ اجتہاد تک رسائی ہر کسی کا کام نہیں حدیث میں ہے: "اجتهدوا فكل ميسر لما خلق له" لیکن یہاں اجتہاد اصطلاحی کا حکم تمام مسلمانوں کو نہیں ہے اس وجہ سے علامہ آمدیؒ لکھتے ہیں: يجب حمله علىٰ من له أهلية الاجتهاد. [الاحکام۳:۲۵۱]

''اجتهدوا کا حکم مجتہدین کو ہے اگر اجتہاد بمعنی المصطلح لیا جائے۔''

عامی سے مراد یہ لیا جاتا ہے جو اجتہاد کی اہلیت نہیں رکھتے اگر چہ اجتہاد کے بعض معتبر علوم کوئی حاصل بھی کرے لیکن پھر علم اُصول کے محققین کے ہاں آج کل کے عالم کے لیے تقلید کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ علامہ آمدیؒ نے لکھا ہے کہ یہ بات مختار ہے اور اس کے لیے فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. نص پیش کیا ہے۔ [الاحکام ۳: ۲۴۹، ۲۴۶]

امام غزالیؒ نے لکھتے ہیں: أما من ليس له رتبة الاجتهاد هو حكم كل أهل العصر وانما يفتى فيما يسئل عنه ناقلا عن مذهب صاحبه فلو ظهر له ضعف مذهبه لم يجز له أن يتركه.

[احیاء علوم الدین ۱: ۴۳]

'' مفتی سے جس نے مسئلہ پوچھا تو وہ اپنے صاحب مذہب کا قول نقل کرے گا۔ پس اگر اس کو اپنے مذہب کا ضعف بھی ظاہر ہو اس کے لیے اس کا چھوڑنا درست نہیں (کیونکہ یہ مجتہد نہیں) اور اس کے ضعیف سمجھنے کا اعتبار نہیں۔''

عبدالرحمٰن بن یزیدؓ کی روایت ہے: فان جاءه أمر ليس فى كتاب الله فليقض بما قضىٰ به الصالحون. [نسائی ۲: ۲۵۵ کتاب آداب القضاۃ باب الحکم باتفاق اہل العلم رقم: ۵۳۹۷]

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے: فمن عرض منكم له قضاء بعد اليوم فليقض فيه بما فى كتاب الله فان أتاه أمر ليس فى كتاب الله فليقض فيه بما قضى رسول الله ﷺ فان أتاه أمر ليس فى كتاب الله ولم يقض فيه رسول الله ﷺ فليقض بما قضى به الصالحون فان أتاه أمر ليس فى كتاب الله ولم يقض فيه رسول الله ﷺ ولم يقض به الصالحون فليجتهد. رواه النسائى وقال هذا حديث جيد جيد.
[نسائی ۲: ۲۵۵ کتاب آداب القضاۃ باب الحکم باتفاق اہل العلم رقم: ۵۳۹۸، متدرک کتاب الاحکام رقم: ۷۰۳۰، معجم کبیر ۵: ۱۵۱ رقم: ۸۸۲۸، سنن دارمی مقدمہ باب الفتیا و ما فیہ من الشدۃ رقم: ۱۶۵]

نسائی کے حاشیہ پر اس روایت کے ذیل میں یہاں یہ عبارت موجود ہے: ومن لا يكون بهذا المشابة أى لا يكون له بصيرة تامة أو برأسها كما فى أهل زماننا هذا فعليه أن يقتدى

ويهتدي بالسلف الصالحين المجتهدين . [نسائی۲:۲۵۵]

یعنی جس کے لیے سرے سے بصیرت ہی نہ ہو یا مکمل بصیرت نہ ہو جیسا کہ ہمارے زمانے کے لوگ تو اس پر سلف صالحین میں سے مجتہدین کی تابعداری لازم ہے۔اور اس کے بعد ہے: بقی أنه يقتدي بهم جميعا أو ببعضهم أو بواحد منهم فهذا الأمر وان كان ظاهرا على المهرة وبديهيا عند الكملة لكن قد أشكل على بعض فضلاء زماننا فحرر وأشاع فيه تحريرات لايعتمد عليها وهفا هفوات لايلتفت اليها .فالمحقق المعتمد عندنا أن يقتدي بمجتهد واحد لئلا يختلط عليه الأمر في المسائل الفرعيه للفرق في الطرق الاجتهاديه . [نسائی۲:۲۵۵]

یعنی رہ گئی بات کہ تمام سلف صالحین یا بعض سلف یا صرف ان میں سے ایک کی تابعداری کی جائے گی تو یہ معاملہ اگرچہ کامل لوگوں کے ہاں بدیہی ہے اور ماہرین پر ظاہر اور آشکارا ہے لیکن پھر بھی ہمارے زمانہ کے بعض فضلاء کے لیے یہ پیچیدہ بن گیا تو انہوں نے غیر قابل اعتماد تحریرات لکھ کر شائع کیے جو وہ نا قابل التفات ہیں۔ تحقیقی اور قابل اعتماد قول تو ہمارے ہاں یہ ہے کہ صرف ایک مجتہد کی تابعداری کرے تاکہ فروعی مسائل میں اس پر معاملہ مشتبہ نہ ہو، کیونکہ اجتہادی طریقوں میں فرق ہوا کرتا ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں: وكان النبي ﷺ اذا أراد الخروج من المدينة لأمر يستخلف رجلا خلفه . وكان السلف يقتدون ويأتمرون بما يقول ويأمر أمير المؤمنين حتى أن رجلا لو ذكر رأيه في عهد أمير من أئمة المؤمنين لايأخذ الأمير برأيه ثم اذا صار ذلك الرجل أميرا يمضي على رأى نفسه كما نشاهد من خلافة الأربعة المهديين. كان أبوبكر يعطي الجدة السدس ثم الفاروق الأعظم مضىٰ على رأى نفسه في عهده . وفي مؤطا مالك : أن عائشة أرسلت رجلاً الى عثمان بن عفان وهو أمير المؤمنين تسأل مسئلة ثم مضت على ما أفتىٰ عثمان .

[العرف الشذی باب حسن الظن باللہ ابواب الزہد]

جب آپ ﷺ مدینہ سے کسی کام کے لیے باہر تشریف لے جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنے پیچھے

ایک نائب مقرر کر کے چھوڑتے اور سلف اس کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانتے اور تابعداری کرتے یہاں تک کہ اگر مومنین میں سے کوئی ایک امیر کے زمانے میں اپنے رائی کا ذکر فرماتے تو امیر اس کی رائی نہ لیتے لیکن پھر جب یہی آدمی امیر بنتے تو آپنی رائی اور صوابدید کے مطابق چلتے جیسا کہ خلفاء اربعہ کی خلافت میں ہم اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ابوبکر جدہ کو چھٹا حصہ دیتے پھر اپنے زمانے میں اپنی رائی کے مطابق فاروق اعظم چلتے۔ اور موطا مالک میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک آدمی عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا جبکہ عثمان امیر المومنین تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا اس سے ایک مسئلہ کے متعلق پوچھتی تھی اور جو فتویٰ عثمان رضی اللہ عنہ نے دیا تھا اس کے مطابق عمل کرنے لگتی تھی۔

اور بحث کے آخر میں شاہ انور کشمیریؒ فرماتے ہیں: ولیس ماذکر الاحاصل التقلید . فما قال بعض الناس من أن تقلید امام من الأئمة بدعة هو سفاهة و خلاف الشريعة وانه لم توجد جزئية من جزئيات أبي حنيفة من مسائل المتعلقة بالحديث الا ومعه بعض من السلف الصالحة . [العرف الشذی ۲: ٦٥]

یعنی جو ذکر کیا گیا یہی تقلید کا نچوڑ ہے۔ پس جو بعض لوگ کسی مجتہد امام کی تقلید کو بدعت کہتے ہیں یہ نری بے دقوفی ہے اور شریعت کے خلاف بات ہے اور حدیث کے ساتھ وابستہ ابوحنیفہؒ کے جو مسائل اور جزئیات ہیں تو امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ سلف صالحین میں سے بعض ہیں۔

ابوتمیمہ فرماتے ہیں: قدمنا الشام فاذا الناس یجتمعون یطیقون برجل قال قلت من هذا؟ قالوا هذا أفقه من أصحاب النبی ﷺ هذا عمرو البکالی . [اعلام الموقعین ۱: ۱۸]

''ہم شام گئے تو اچانک دیکھا کہ لوگ ایک آدمی کے اردگرد جمع ہیں میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ یہ عمرو البکالی ہے جو پیغمبر کے صحابہ میں بڑا فقیہ ہے۔''

مولانا سید عبدالرحیم لاجپوریؒ لکھتے ہیں: جلال الدین محلی شرح جمع الجوامع میں تحریر فرماتے ہیں: یجب علی العامی وغيره ممن لم یبلغ مرتبة الاجتهاد التزام مذهب معين من

مذاهب المجتھدین ۔[فتاوی رحیمیہ۴:۱۴۶]
یعنی عامی وغیرہ پر جو اجتہاد کے مرتبہ تک نہیں پہنچا ہے مجتہدین کے مذاہب میں سے ایک متعین مذہب کا التزام ہے۔
اور مجتہد مستقل بن جانا اتنا دشوار ہے کہ شاہ انورؒ لکھتے ہیں: أما الترمذی فھو شافعی المذھب لم یخالفہ صراحۃ الا فی مسئلۃ الابراد والنسائی وأبو داؤد حنبلیان صرح بہ الحافظ ابن تیمیۃ ۔[فیض الباری۱:۵۸]
"ترمذیؒ امام شافعیؒ کے مذہب پر ہے اور ظہر کی تاخیر سے ادائیگی کے علاوہ امام ترمذیؒ نے امام شافعیؒ کی صراحۃ مخالفت نہیں کی۔ نسائی اور ابوداؤد حنبلی ہیں۔ یہی تصریح حافظ ابن تیمیہؒ نے کی ہے۔"
علامہ زرکشیؒ نے چار اماموں کی تقلید پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے: فیکفی المذھب الواحد طول عمرہ ۔[سلاسل الذہب:۴۵۰]
"پوری عمر ایک مذہب کافی ہے۔"
شیخ عبدالسلام سلفیؒ نے اپنی مایہ ناز کتاب میں لکھا ہے: التزام تقلید شخصی کا مطلب کسی امام کے تقلید کو واجب سمجھ کر دوسرے کو گمراہ سمجھتے ہیں اگر کسی کو گمراہ نہ سمجھے تو پھر؟ [انکار حدیث سے انکار قرآن تک:۲۲۲]
علامہ ذہبیؒ نے شیخ القراء عبدالصمد بن احمد الصالح حنبلیؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ جب بغداد میں تھا تو مقتصر نے ایک عالی شان مسجد تعمیر کی۔ اس کے لیے ایک قاری عالم کے مقرر کرنے کا مسئلہ تھا۔ مذکور حنبلی عالم سے کہا گیا کہ امام شافعیؒ کے مذہب کی طرف آجاؤ لیکن اُس نے انکار کیا تو ایک وزیر نے اس سے کہا: ألیس مذھب الشافعی حسنا ؟ قال : بلیٰ ولکن مذھبی ما علمت بہ عیبا أترکہ لأجلہ فبلغ الخلیفۃ ھذا فاعجبہ فقال تکون امامہ دونھم۔ [سیر اعلام ۱۷:۳۰۴]
"وزیر نے کہا کیا امام شافعی کا مذہب اچھا نہیں؟ اُس نے کہا کیوں نہیں لیکن میں نے اپنے مذہب میں کوئی عیب معلوم نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے میں اپنا مذہب چھوڑ دوں۔ جب خلیفہ کو اُس کا جواب پہنچا تو بڑا خوش ہوا۔ اور کہنے لگا کہ تو ہی امام ہوں گے یہ لوگ نہیں۔"
لیکن افسوس آج کل ایک عالم دنیوی مفادات، مسجد و مدرسہ بنانے یا چلانے امام و خطیب و مدرس بننے کے لیے اور کتابوں کے حصول کے لیے وہی کچھ کرتا ہے جو نہیں کرنا چاہئے۔ ان عہدوں اور

چیزوں کے حصول کے لیے وفاداری تبدیل کرنا درست نہیں۔

شعیب بن اسحاق ایک نامور محدث گزر چکے ہیں۔ ۱۸۹ھ میں وفات ہے۔ اسحاق بن راہویہؒ اور لیث بن سعدؒ جیسے لوگ اُن کے شاگردوں میں سے ہیں اور بخاری، مسلم میں بھی ان سے روایات ہیں اس کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے: روی عن أبیه وأبی حنیفة وتمذهب له . [تہذیب التہذیب ۴: ۳۱۵]

اتنا بڑا محدث بھی امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر اس زمانے میں چلنے والا ہے۔

ہمارا امام ابو حنیفہؒ کے زہد و تقویٰ اور علم و بصیرت پر اعتماد ہے اور ایک عظیم مجتہد کی حیثیت سے دنیا اُسے جانتی ہے ہمارا شعار ان کے مستنبط کردہ مجموعی مسائل پر آ کر دلیل نقل نہ بھی کرے اور صحیح صریح احادیث کے خلاف مسئلہ نہ ہو۔ عمل پیرا ہونے کا ہے اور یار لوگ کہتے ہیں کہ اس کارروائی سے قرآن و حدیث کی وقعت و اہمیت دل سے نکلتی ہے اور اس تقلید سے توبہ کرنا ضروری ہے۔

فتاویٰ الدین الخالص پر ایک مفسر، محدث اور علامہ کی تقریظ کا ایک اقتباس پڑھیے کہ تقریظ بھی لکھی اور ذمہ داری سے بھی اپنے آپ کو بچایا: وانی ما اطلعت من هذا الکتاب الا عناوین الأبواب وما ألقی علی الأخ المؤلف من بعض الفتاویٰ والجواب ولکن لأجل وثوقی علی علم الأخ وزهده وتقواه علی ما أجد والله حسیبه أصدق بأن ما استنبط واستخرج یکون حقا وصوابا أو یکون به ماجور أو مثابا ولا یلزم أن تکون الموافقة منی فی کل ما أجاب لأن لکل عالم محقق ما رأی مع الخطأ أو الصواب .

[تقریظ: علامہ مفسر محدث ابی زکریا عبد السلام رحمہ اللہ تعالیٰ]

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ میں اس کتاب کے عنوانات اور مؤلف بھائی کے بعض فتاویٰ کے جوابات سے مطلع ہو چکا ہوں۔ لیکن میرا اس بھائی کے زہد و تقویٰ پر اعتماد ہے جیسا کہ میں محسوس کرتا ہوں اور اللہ اُس کا حسیب ہے میں تصدیق کرتا ہوں کہ اُس نے جو بھی استنباط کیا ہے۔ حق اور صواب ہے یا اُسے اس کا اجر و صواب ملے گا لیکن اُس کے ہر جواب کے ساتھ میری موافقت نہیں کیونکہ ہر محقق عالم کو حق ہے کہ اپنے صواب دید پر فیصلہ کرے خطا اور صواب سمیت۔

لیکن شیخ نے زندگی میں نہیں بتلایا کہ ان مسائل میں میری موافقت نہیں کیونکہ اب تو ہر

ایک مسئلہ شیخ رستمیؒ کے ہاں خطا اور صواب کے درمیان دائر ہونے کا احتمال رکھتا ہے۔ نیز جب اس کے زہد وتقویٰ کا اعتراف ہے اور محقق عالم بھی ہے اور باوجود عدم اطلاع کے اس کے استنباطات حق وصواب ہیں۔ تو مجرد اس اعتماد کا نام ایک گونہ تقلید ہے کیونکہ جب عدم اطلاع کا اقرار ہے تو دلائل کہاں مدنظر ہوں گے اب جب اس محقق عالم کے کاوشوں کا اعتراف ہے تو آخر یہ اعتماد وانقیاد امام اعظم ابوحنیفہؒ پر کیوں نہیں۔ حالانکہ ابراہیم بن معاویہ ضریر کا قول ہے: تمام السنة حب أبی حنیفه.

ابراہیم بن معاویہ کا حال میزان الاعتدال میں لکھا ہے: ابوزرعہؒ نے ان کی نسبت کہا ہے کہ وہ صدوق اور صاحب سنت ہیں۔ دیکھئے صاحب سنت، امام صاحب کی محبت کو متمم سنت کہہ رہے ہیں۔ نیز سبط ابن الجوزیؒ کی الانتصار اور امام موفق کی مناقب الامام میں یزید بن ہارون کا قول ہے کہ ابوحنیفہ کی مثل اس فن یعنی فقہ میں متقدمین میں بھی کوئی سنا نہیں کیا۔ ج ۲ ص ۱۹ بحوالہ حقیقۃ الفقہ لمحمد انوار اللہ فاروقی۔

امام ترمذی نے جامع کے ابواب التفسیر کے پہلے صفحہ پر لکھا ہے: وما الذی روی عن مجاهد وقتادة وغیرهما من أهل العلم انهم فسروا القرآن فلیس الظن بهم أنهم قالوا فی القرآن أو فسروه بغیر علم أو من قبیل أنفسهم.

اب ان حضرات نے ہر ایک آیت کی تفسیر میں کب کہا کہ صحابہ کی وساطت سے اس سند سے یہ تفسیر ہمیں آپ ﷺ سے پہنچی ہے اور نہ ہمارے اور ان کے درمیان سند متصل ہر جگہ موجود ہے مگر اُن کی جلالت شان ہمیں اس اعتقاد پر مجبور کرتی ہے کہ اُنہوں نے اپنی رائے سے یہ تفسیر نہیں کی اگرچہ مجاہد وقتادہ تک سند متصل زورے دارد لیکن اُن کے اقوال پر پھر بھی اعتماد ناگریز ہے۔ اس طرح امام اعظم کی جلالت شان اُس کے مقلد کو اس اعتقاد پر مجبور کرتی ہے۔ اگر کوئی یہ اعتماد " الاخ المؤلف العالم المحقق " کے زہد تقویٰ پر کرے تو یہ کارروائی اُن کے ہاں سلف صالحین کے منہج پر چلنے کے مترادف ہے تو ہمارا بھی امام اعظمؒ کے اجتہاد، ورع اور تقویٰ پر اعتماد وانقیاد ہے۔ آخر یہ کیوں ناقابل معافی جرم سمجھا جاتا ہے۔ ؎ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

علامہ شعرانی جس کے کافی حوالے غیر مقلدین بھی دیتے ہیں اور غیر مقلدین میں سے

بعض اس کو منصف بھی مان لیتے ہیں جیسا کہ شیخ عبدالسلام رستمی کا رسالہ تقلید اور بعض غیر مقلدین نے امام شعرانی کو غیر مقلدین کے زمرہ میں شامل کیا ہے۔ شیخ الہندؒ نے اُس کے بارے میں لکھا ہے: یہ امام شعرانی وہی ہیں جن کو مولوی نذیر حسین صاحب نے اپنے رسالہ ثبوت حق الحقیق میں عدم قائلین وجوب تقلید شخصی میں تکثیر سواد کے لیے شمار کیا ہے۔ یہی امام شعرانی شعوری طور پر لکھتے ہیں: ولا تقلدن مالکا ولا الأوزاعی ولا النخعی ولاغیرهم و خذ الأحكام من حيث أخذوا من الكتاب والسنة.

"تقلید مت کرا اور نہ مالکؒ، اوزاعیؒ، نخعیؒ یا اُن کے علاوہ دوسروں کی تقلید کرو اور کتاب وسنت سے جس طرح اُنہوں نے احکام لیے ہیں وہاں سے تم بھی احکام حاصل کیا کرو۔ (جیسا کہ یار لوگوں کارٹ ہے)

اس کے بعد لکھتے ہیں: وهو محمول على من أعطى قوة الاجتهاد. أما الضعيف فيجب عليه التقليد لأحد من الأئمة والاهلك وضل. [الیواقیت والجواہر: ۴۷۸]

یعنی اُوپر والی عبارت میں تقلید نہ کرنے کا حکم اُن کو ہے جو اجتہاد کی قوت سے مالا مال ہو۔ اگر اجتہاد سے عاجز ہو تو اماموں میں سے ایک امام کی تقلید بقول امام شعرانیؒ اُس پر واجب ہے ورنہ ہلاک و گمراہ ہو گا۔ [ایضاح الادلہ: ۶۴]

علامہ شامیؒ نے لکھا ہے: ان القياس بعد الأربع مأة منقطع فليس لأحد بعدها أن يقيس مسئلة على مسئلة فما بالك بالخروج عن المذهب فعلى المقلد اتباع المنقول. (شفاء العليل لابن عابدين). [فتاویٰ محمودیہ: ۲۷ کتاب الحظر والاباحۃ].

"چوتھی صدی کے بعد قیاس کا انقطاع اگرچہ شرعی حکم نہیں لیکن اجتہاد مطلق کے شرائط آج کل ناپید ہے۔ (آزمائش شرط ہے)

واضح رہے کہ اجتہاد کی ایک قسم تحقیق مناط ہے کہ ہر زمانہ میں پیدا ہونے والے جدید مسائل پر اسلامی قوانین کو چسپاں کیا جائے۔ علامہ ابواسحاق شاطبیؒ نے لکھا ہے: یہ اجتہاد کی وہ قسم ہے جو قیامت تک باقی رہے گی۔ [الموافقات ۳: ۹۳ تا ۹۷]

اجتہاد اندر زمان الخطاط قوم را برہم ہمی پیچد سیاط

تقلید اُصول یا فروع میں؟

علامہ قسطلانیؒ امام زرکشیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''اختلف فی التقلید فی ذلك علی مذاهب . أحدها: وهو قول الجمهور المنع للاجماع علی وجوب المعرفة وبقوله تعالیٰ ، فاعلم أنه لا اله الا الله فأمر بالعلم بالوحدانية ، والتقليد لا يفيد العلم وقد ذم الله تعالیٰ التقليد فی الأصول وحث عليه فی الفروع .فقال فی الأصول انا وجد نا آباء نا علی أمة ..... وحث علی السوال فی الفروع لقوله تعالیٰ فاسئلوا أهل الذكر .''

[ارشاد الساری ۱۲:۱۲۳]

مکمل بحث کے لیے اصل کتاب کی طرف مراجعت کریں۔علامہ قسطلانیؒ کی علامہ زرکشیؒ سے نقل شدہ عبارت سے جمہور کا مسلک معلوم ہوا کہ اُصول اور ضروریات دین میں تقلید نہیں۔

دوم: یہ کہ اُصول دین میں تقلید علم کا فائدہ نہیں دیتا۔

سوم: یہ کہ فروعی مسائل میں سوال پر برانگیختہ کرنے کی ترغیب: فَاسْئَلُوْٓا أَهْلَ الذِّكْرِ میں ہے اور مغنی لابن قدامہؒ میں ہے: علماء سے سوال پر تقلید کا لفظ بھی بولا جاتا ہے۔

چہارم: یہ کہ اِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا جیسی آیت اُصول یعنی ضروریات دین میں تقلید کے ساتھ متعلق ہے کہ اُصولی مسائل میں تقلید خودی کو ناکارہ کرنے کے مترادف ہے۔

تقلید سے ناکارہ نہ کر اپنی خودی کو   کر اس کی حفاظت کہ یہ گوہر ہے یگانہ

علامہ قسطلانیؒ نے اس خاص قسم میں دوسرا قول جواز کا نقل کیا ہے۔اسی کے ساتھ متعلق مسئلہ ہے کہ مقلد کا ایمان صحیح ہے یا نہیں اس میں اگرچہ علماء کا اختلاف ہے لیکن جمہور کے ہاں صحیح ہے۔

ملاعلی قاریؒ لکھتے ہیں: ایمان المقلد فهو صحيح علی الأصح وما نقل عن الأشعری من عدم صحته ردّ بانه كذب عليه . [مرقات ۱:۴۸]

''مقلد کا ایمان صحیح ہے اور امام اشعری کی طرف عدم صحت کا قول مردود ہے۔''

فروعی مسائل اور جواز تقلید

علامہ ابن قیمؒ نے ایک عنوان باندھا ہے: هل صرح الأئمة بجواز التقليد ؟ پھر اس کے بعد رقم طراز ہیں: قال محمد ابن الحسن: يجوز للعالم تقليد هو أعلم منه ولايجوز له تقليد مثله . . . . جوابه من وجوه . أحدها: أنكم ان ادعيتم أن جميع العلماء صرحوا بجواز التقليد فدعوىٰ باطلة فقد ذكرنا من كلام الصالحة والتابعين وأئمة الاسلام فى ذم التقليد وأهله والنهى عنه ما فيه كفاية . [اعلام الموقعین۲:۲۵۲]

''محمد بن الحسنؒ نے فرمایا ہے کہ ایک عالم کے لیے اپنے سے زیادہ جاننے والے عالم کی تقلید جائز ہے جبکہ اپنے جیسے عالم کی تقلید اس کے لیے ناجائز ہے۔ اس سوال کے مختلف جوابات میں سے ایک جواب یہ ہے کہ اگر تمہارا دعویٰ تمام علماء سے صراحۃ تقلید کے جواز کا بتلانا ہے تو یہ ایک باطل دعویٰ اس لیے ہے کہ ہم نے سلف صالحین، تابعین اور ائمہ اسلام سے اس قدر تقلید اور مقلدین کی مذمت نقل کی ہے جو اس باب میں کافی ہے۔''

تو یہاں علامہ ابن قیمؒ امام محمدؒ کے ''جواز'' کے فتویٰ پر انکار کرتے ہیں اور خود جواز تقلید کے قول سے نالاں نظر آتے ہیں۔ لیکن چند ورق کے بعد پانچویں جواب کے ذیل میں لکھتے ہیں:

أن من ذكرتم من الأئمة لم يقلدوا تقليدكم ولاسوغوه ألبتة بل غاية مانقل منهم من التقليد فى مسائل يسيرة لم يظفروا فيها بنص عن الله ورسوله . [اعلام الموقعین۲:۲۵۵]

''اے مقلدین تم جن ائمہ کا ذکر کرتے ہو وہ تمہاری طرح تقلید نہیں کرتے تھے اور اُنہوں نے قطعاً اس تقلید کو جائز بھی نہیں کیا زیادہ سے زیادہ اُن سے تقلید چندان مسائل میں تقلید منقول ہے جہاں اللہ اور رسول ﷺ سے کسی نص پانے میں وہ کامیاب نہیں ہوئے۔''

معلوم ہوا کہ تقلید کے جواز کا مطلقاً قول اختیار کرنے والے بھی ابن قیمؒ کے قلم کی زد میں آچکے ہیں

دیکھنا فانی کہیں تدبیر کی میت نہ ہو … اک جنازہ جارہا ہے دوش پر تقدیر کے

شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں: قد أجتمعت الأمة ومن يعتد به منها على جواز تقليدها الى

یومنا ھذا وفی ذلك من المصالح لا یخفیٰ. [حجۃ اللہ:۱۵۴]

شاہ صاحب جواز تقلید کے قائل ہیں اور جواز کا ایک وسیع مطلب ہے۔(امداد)

لیکن ایک محقق لکھتے ہیں: کما زعم بعض المعاصرین و المقلدین أن الاسلام کله منحصر فی المذاھب الأربعة والخارج عنھا ضال ،کما تفوہ بذلك الشیخ اعزازعلی ،والصاوی ، والداجوی ، وولی اللّٰہ الدھلوی فی حجة اللّٰہ . [فتاویٰ خالص۴:۲]

جب تقلید کے جواز میں علامہ ابن قیمؒ یوں فرماتے ہیں تو وجوب تقلید پر دلالۃ النص کے ساتھ اس کا اتفاق نہیں علامہ ابن قیمؒ کی کتاب اعلام المؤقعین غیر مقلدین کے لیے منبع اور مصدر کی حیثیت سے ہرگز کم نہیں ایقاظ ھمم أولی الأبصار اور دیگر اس طرح کتابیں اکثر اسی سے ماخوذ ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں: ذکر تفصیل القول فی التقلید وانقسامه الی ما یحرم القول منه والافتاء به والی ما یجب المصیر الیه والی ما یسوغ من غیر ایجاب .

[اعلام الموقعین ۲:۱۴۸]

تقلید کے تین اقسام میں سے ایک یہ بھی بتلایا جس کی طرف جانا واجب ہے۔ راقم کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ علامہ تقلید واجب پر صاد کرتے ہیں صرف یہ بتلانا ہے کہ اُن کے بنائے گئے مثلث کا ایک ضلع واجب تقلید کا ذکر ہے اور اُن کی تعبیر کے مطابق یہ حرام اور جائز (بشرط عدم الایجاب) دونوں کے زمرہ میں اس لیے نہیں آتا کہ ان دونوں کا بیان آگے پیچھے کر کے وجوب کو درمیان میں لے آئے ہیں۔ نیز آگے چل کر لکھتے ہیں: کما سیأتی بیانه عند ذکر التقلید الواجب والسائغ ان شاء اللّٰہ . [اعلام الموقعین ۲:۱۴۹]

یہ عبارت نص ہے کہ اُن کا ارادہ مستقل طور پر تقلید واجب کے ذکر کا تھا لیکن افسوس بھول گئے فسبحان من لا ینسیٰ اس کے ذکر کے بعد بات نکھر کر سامنے آتی کہ کیا کہنا چاہتے ہیں جیسا کہ مشکوۃ میں اس حدیث کے نیچے ہے: ان الایمان لیأرز الی المدینة کما تأرز الحیة الی جحرھا وسنذکر حدیثی معاویة وجابر لایزال طائفة من امتی فی باب ثواب ھذہ الأمة ان شاء اللّٰہ . اب صاحب مشکوۃ کی طرح علامہ ابن قیمؒ نے بھی ان شاء اللہ لکھ دیا۔ لیکن

صاحب مشکوٰۃ ثواب هذه الأمة کے باب کے نیچے جابر رضی اللہ عنہ کی روایت بھول گئے جبکہ علامہ تقلید واجب کا تذکرہ بالتفصیل بھول گئے۔

میں یادلاتا ہوں شکایت نہیں کرتا بھولے ہوئے وعدے پہ تو تنقید کا حق ہے

علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں: وابن القاسم علی غلبة تقلیده لمالك الافی الأقل.
[اعلام الموقعین ۱: ۲۸ فصل فی المفتیین بمصر]

علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: أما البیهقی فکان علی مذهب الشافعی منتصرا له فی عامة أقواله والدارقطنی و هو أیضا یمیل الیٰ مذهب الشافعی. [مجموع فتاویٰ ۱۰: ۲۶]

اسی طرح لکھتے ہیں: کان یحی بن یحی عامل الأندلس والولاة یستشیرونه فکانوا یامرون القضاة ألا یقضوا الا بروایته عن مالك. [مجموع فتاویٰ ۱۰: ۱۸۲]

یعنی اُندلس میں اول صرف مالکؒ کی روایت پر ہی قضاء کا حکم تھا۔

علامہ ابن تیمیہؒ اور تقلید

شیخ الاسلامؒ نے یہ ایک اٹل اور مسلمہ حقیقت نقل کیا ہے: أما وجوب اتباع القائل فی کل ما یقوله من غیر ذکر دلیل علی صحة ما یقول فلیس یصح بل هذه المرتبة هی مرتبة الرسول. [مجموع فتاویٰ ۱۸: ۱۲۱]

کسی کی ہر ہر بات کی تابعداری کا وجوب موجبہ کلیہ کے درجہ میں اس وقت درست نہیں جب وہ اپنی بات کی صحت پر دلیل نقل نہ کرے کیونکہ یہ رسول کا مرتبہ ہے۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ ہم احناف کے مفتی بھا مدلل مسائل پر فتویٰ دیتے ہیں۔

شرع کے اقسام

علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: ولفظ الشرع یقال فی عرف الناس علی ثلاثة معان: الشرع المنزل وهو ما جاء به الرسول وهذا یجب اطاعته ومن خالفه وجبت عقوبته. والثانی الشرع المؤول: وهو آراء العلماء المجتهدین فیها کمذهب مالك ونحوه، فهذا یسوغ اتباعه

لا يجب ولا يحرم وليس لأحد أن يلزم عموم الناس به ولا يمنع عموم الناس منه .
الثالث : الشرع المبدل : وهو الكذب على الله ورسوله . [مجموع فتاویٰ ۲:۲۳۱]
عام لوگوں کے عرف کے اعتبار سے شرع تین معانیوں میں مستعمل ہے:
(۱) الشرع المنزل: اوروہ کتاب وسنت ہے۔اس کا اطاعت واجب ہے اوراس کے مخالف کے لیے سزا ہے۔
(۲) الشرع المؤول :یہ مجتہدین کے آراء ہیں۔اس کا اتباع جائز ہے نہ واجب ہے اور نہ حرام۔کسی کے لیے جائز نہیں کہ عام لوگوں کو اس کی تابعداری پر مجبور کرے یا عام لوگوں کو اس سے منع کرے۔
(۳)الشرع المبدل: یہ اللہ اوررسول پر جھوٹ باندھنا ہے۔''
وضاحت: مذہب مالکؒ وغیرہ (مذہب امام ابوحنیفہؒ وغیرہ) اُس کی تابعداری ''جواز'' کے درجہ میں یہاں لائے ہیں۔حرام اورواجب دونوں نہیں کہتے۔یہ دنیا کے تمام لوگوں پر لازم بھی نہیں ہے اور نہ عام لوگ اس سے منع کیے جاسکتے ہیں۔اسی طرح ج ۶ ص ۲۳۵ پر بھی ہے۔
واقعی اگر کوئی حنفی یا مالکی وغیرہما دنیا کے تمام لوگوں پر امام ابوحنیفہؒ یا امام مالکؒ وغیرہما کی تابعداری لازم اورواجب کرتے ہیں تو مناسب نہیں بلکہ ہر خطہ اور علاقہ میں پہلے سے جو مذہب رائج ہے اُس کی ترویج کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔اس طرح جواز کا انکار مناسب نہیں۔
علامہ ابن عبدالبر اندلسیؒ لکھتے ہیں: ابوجعفر منصور نے حج کے بعد امام مالکؒ سے اپنا عزم ذکر کیا کہ میں مؤطا کے نسخے تمام مسلمانوں کے شہروں میں بھیجنا چاہتا ہوں اورسرکاری آرڈ ینینس کے ذریعہ اس پر ہی عمل پیرا ہونے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ اصل علم تو اہل مدینہ کے روایات اور علوم ہیں۔امام مالکؒ کا جواب سنہری الفاظ سے لکھنے کے قابل ہے فرمایا: لاتفعل هذا فان الناس قدسبقت اليهم أقاويل وسمعوا أحاديث ورووا روايات وأخذ كل قوم بما سبق اليهم وعملوا ودانوا به من اختلاف أصحاب رسول الله ﷺ وعندهم ، وانّ ردّهم عما اعتقدوه

شدید فدع الناس وماهم علیه ،وما اختار أهل کل بلد لأنفسهم ، فقال لعمری لو طاوعتنی علی ذلك لأمرت به .

[سیر اعلام النبلاء ۸:۷۸ ترجمۃ امام مالک ،الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء:۸۰،۸۱]

یہ روایت اگرچہ واقدی کی ہے جس پر کلام مشہور ہے لیکن الانتقاء کے محقق نے لکھا ہے کہ ابن ابی حاتم [جرح وتعدیل مقدمہ:۲۹] میں لکھتے ہیں: أقِرُ أهل کل بلدة علی ما فیها من العلم . یہ سند بے غبار ہے۔اسی طرح یہاں اسی باب ص ۲۶ کا پہلا سند قوی ہے کہ امام مالک نے فرمایا کہ مغرب والوں کے لیے میں کافی ہوں۔شام میں امام اوزاعیؒ ہے: وأما أهل العراق فهم أهل العراق .

شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:فدع الناس وما اختار أهل کل بلد منهم لأنفسهم ویحکیٰ نسبة هذه القصة الیٰ هرون الرشید وانه شاور مالکا فی أن یعلق المؤطا فی الکعبة .

[حجۃ اللہ:۱۴۵،باب اسباب اختلاف مذاہب الفقہاء]

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں: قول الامام مالك حین اراده الرشید الشخوص من المدینة الی العراق ، وقال : ینبغی أن تخرج فانّی عزمت أن أحمل الناس علی المؤطا کما حمل عثمان ﷺ الناس علی القرآن . فقال : أما حمل الناس علی المؤطا فلیس لك الی ذلك سبیل لأن أصحاب رسول الله ﷺ افترقوا بعده فی الأمصار فحدثوا فعند کل أهل مصر علم .[مرقات ۷:۳۳۶]

پتہ چلا کہ ہر علاقہ میں جو سنت پہلے سے رائج ہے اُنہیں اس پر برقرار رکھنا چاہیے۔خواہ مخواہ معمولی دنیوی مقاصد کے لیے انتشار وخلفشار مذہب سلف کے دعویٰ کرنے والوں کے لیے زیبا نہیں۔

هدلة الذین قد ضلوا　　　وقد بانت خسارتهم
وباعوا الدین بالدنیا　　　فما ربحت تجارتهم

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: مع أنی فی عمری الی ساعتی هذه لم أدع أحدا قط فی أصول الدین الی مذهب حنبلی وغیرحنبلی ولا انتصرت لذلك ولا أذکر الاما اتفق

علیه سلف الأمة و ائمتها . [مجموع فتاویٰ ۲:۱۴۶]
"میں نے اپنی عمر میں تا ایں دم کسی کو بھی اُصول دین میں مذہب حنبلی وغیرہ کی طرف دعوت نہیں دی۔ میں صرف وہ بات ہی ذکر کرتا ہوں جس پر اُمت کے سلف اور ائمہ کا اتفاق ہے۔"

بہترین بات نقل کی ہے کیونکہ اُصول دین میں اتفاقی بات ہی ذکر کرنا ناگریز ہوتا ہے یہ الگ بات ہے کہ کبھی علامہ ابن تیمیہؒ اور اُن کے ذہین شاگرد علامہ ابن قیمؒ سلف کے اتفاقی قول سے ہٹ کر الگ پگڈنڈی جمہور سلف سے اختیار کر چکے ہیں سردست تین مثالیں عرض کرتا ہوں:

(۱) مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر فصل ثانی سے پہلے جو دوسری روایت ہے: منذ خلق السماء والأرض. اس کے نیچے ایک محقق نے لکھا ہے:

"عام مسلمانان وائی چی مخلوق مخکبنی معدوم وو بیا محدث شو او دلیل یې دا دے . . . . بعض سلف لکه ابن تیمیه او ابن قیم فرمائی چی کائنات حادث دے دَ الله نه اختیارا اور ابتداء یې نه ده معلومه . . . . . لیکن بعض علماؤ رد کړی دے چی علامه ابن تیمیه او ابن قیم لره په دی مسئله کښی قول نه دے پکار . . . . . لیکن هغوی داقول ځکه کړی دے چی انسانانو ته دَ الله لوئی والی اوښائی ."

[الحق الصریح پشتو شرح مشکوٰۃ]

"عام مسلمان (جمہور) کہتے ہیں کہ اول تو مخلوق معدوم تھے پھر پیدا ہو گئے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ . . . بعض سلف جیسے ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ کائنات اختیاراً اللہ سے حادث ہے اور ابتداء کائنات کا معلوم نہیں.... لیکن بعض علماء نے رد کیا ہے کہ اُن کو اس مسئلہ میں یہ قول مناسب نہیں تھا.... لیکن اُنہوں نے یہ قول اس لیے ذکر کیا کہ انسانوں کو اللہ کی بڑائی بتلائے۔"

کیا اللہ کی بڑائی بتلانے کے لیے دیگر دلائل قطعیہ متفقہ کچھ کم تھے؟ الکائنات لاحوادث لھا اُستاد اور شاگرد کا مشہور فارمولہ ہے۔ حیاۃ حافظ ابن قیمؒ نامی وقیع کتاب میں بھی اس کی غلطی کے دلائل بیان کیے گئے ہیں۔ حیاۃ حافظ ابن قیم کا مترجم پروفیسر غلام احمد حریری ہے کہ ص۴۶۲ پہ ہے: اُن کا نظریہ درست نہیں کیونکہ حوادث کا قیام ہمیشہ محدثات کے ساتھ ہوتا ہے۔ ابن قیمؒ اس ضمن میں کرامیہ کے ہم نوا نظر آتے ہیں جن کا خیال ہے کہ حوادث قائم

بالذات ہیں۔.....بہر کیف میرا خیال ہے کہ اُنہوں نے اپنے اجتہاد کی بناء پر یہ بات کہی ہے۔
مراتب الاجماع لابن حزم اور نقد مرتب الاجماع لابن تیمیہؒ کی تعلیق کے ص ۱۶۹ پر مکمل علمی گرفت اس مسئلہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

(۲) ملاعلی قاریؒ لکھتے ہیں: وأمّا قول المؤول أن ابن تيمية الحنبلى ذهب الى أن الكفار فى عاقبة الأمر يخرجون من النار فأفتراء عليه وعلى تقدير صحته ما نسب اليه فخلافه لا يخرق الاجماع بل يحكم بكفره أيضاً من غير النزاع. [مجموعہ رسائل ۸۲:۲]

اگر افتراء ہے تو پھر بات ہی ختم ورنہ یہی عقیدہ علامہ ابن قیم کا بھی ہے اور دونوں شیوخ اس مسئلہ میں لغزش اور خطا اجتہادی کے باوجود سلف کے اتفاقی عقیدہ سے انحراف کر چکے ہیں (مصنف الحق الصریح نے بہت سخت گرفت ملاعلی قاری پر کی ہے اور اس مسئلہ سے رجوع کا رجحان نقل کیا۔ اجتہادی خطا سے رجوع ثابت نہ ہونے کی صورت میں اس پر کچھ لے دے بھی کی ہے جو کہ درست نہیں) واضح رہے کہ احسن الکلام تفسیر کے آخری پارہ میں اجمالا اور اشارۃً لغزش سے تعبیر اس مسئلہ میں مفسر نے قلم بند کر دیا ہے۔ اگر رجوع ثابت نہ ہو جو یقین سے یقیناً ثابت نہیں تو پھر دونوں کا قول سلف کے اتفاقی عقیدہ کے خلاف ہے۔

آج ہم اپنی پریشانی خاطر اُن سے کہنے جاتے تو ہیں پر دیکھے کہتے کیا ہیں [غالب]

(۳) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: وجعل غير مرة يقول لى أتخالف المذاهب الأربعة؟ فقلت: أنا ما فعلت الاما يوافق المذاهب الأربعة. [مجموع فتاویٰ ۱۵۹:۲]

"اور کئی بار مجھ سے کہا کیا تم مذاہب اربعہ کی مخالفت کرتے ہو؟ میں نے کہا: میں وہی کرتا ہوں جو مذاہب اربعہ کے موافق ہو۔"

لیکن طلاق ثلاثہ میں مذاہب اربعہ کی مخالفت ہر کسی پر عیاں ہے۔

نوٹ: یہاں دلائل کے اعتبار سے مسئلہ کی نوعیت پر بحث پیش نہیں صرف مذاہب اربعہ کے خلاف کے لیے نظیر بتلانا ہے۔ اور نہ یہ بحث مقصود ہے کہ ائمہ اربعہ کے خلاف مسائل کی نشاندہی فتاویٰ

خالص کی طرح کیا جائے۔ ہاں مفتی محمودؒ کی محبت سے سرشار اور سرباز لوگوں کے سامنے اُن کے فتاویٰ کا حوالہ دنیا چاہتا ہوں کہ تین طلاق دینے کے باوجود اگر پھر اُس کو تجدید نکاح کے بغیر بیوی بنائے تو مفتی صاحب لکھتے ہیں: اگر واقعی درست ہیں تو اُس کے ساتھ قطع تعلق ضروری ہے اور اُس کے پیچھے نماز درست نہیں۔ [فتاویٰ مفتی محمود۲:۱۶۱]

علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: وان کان أحد المذاهب یرجح علی الآخر فأهل المذاهب الأخریٰ لیسوا کفارا و لا من أهل الکتاب. [مجموع فتاویٰ۲:۱۲۳]

واقعی تمام مذاہب میں سے جس مذہب پر کوئی مکمل طور پر عمل پیرا ہو تو ان سب کی تعظیم وتکریم واجب ہے۔ العیاذ باللہ اُن کو کافر اور اہل کتاب کی طرح سمجھنا دین کے لیے زہر قاتل ہے اس طرح شوافع سے جزیہ لینے کی بات قطعاً غلط اور گستاخی ہے۔ شیخ الاسلام کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اصحاب ترجیح ایک مذہب پر دوسرے کو ترجیح دینے کا حقدار ہے۔ امام طحاوی کا قول ہے: أو کلما قال أبو حنیفة أقول وهل یقلد الا عصبیّ او غبیّ.

ہمارے سند کے استاذ شیخ الہندؒ نے اس قول کا مطلب یوں لکھتے ہیں: اس کلام سے صاف ظاہر ہے کہ امام طحاوی مطلق تقلید امام صاحب کا انکار نہیں کرتے بلکہ اس تقلید کا انکار کرتے ہیں کہ جس کا مبنیٰ تعصب پر ہو یعنی جو کسی شخص کی اس طور پر تقلید کر لے کہ اس کے ہر ایک قول کو مانوں گا اور اس کے مقابلہ میں کسی کی کسی حال میں کوئی بات تسلیم نہ کروں گا اگر چہ اس کی جانب مقابل کا راجح ہونا محقق ہو جائے مگر یہ یاد رہے کہ راجح و مرجوح کی تمیز عوام کا کام نہیں، امام طحاوی ہی جیسوں کا کام ہے۔ [ایضاح الادلہ:۴۳]

آگے چل کر شیخ الہندؒ نے اس عبارت کا دوسرا جواب بھی نقل کیا ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ میں ایک عبارت ہے اور شیخ القرآن علامہ محمد طاہر حنفی رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے:

ومنها أن لا یتکلم فی ترجیح مذاهب الفقهاء بعضها علی بعض کلها علی القول بجملته ویتبع منها ماوافق صریح السنة ومعروفها ..... ویجعل المذاهب کلها

كمذهب واحد من غير تعصب . [ضیاء النور:۳۲۶]

اور فیوض الحرمین: ۱۳۱ پر بھی ہے نیز دیکھئے علماء اہل حدیث کا ذوق تصوف۔

شیخ الہندؒ اس کی وضاحت کرتے ہیں: آپ جو ائمہ اربعہ کی مساوی سمجھنے کا حکم فرماتے ہیں اس سے اگر مدعائے جناب فقط یہ ہے کہ جملہ ائمہ کو اعتقاداً قابل اعتقاد ولایق اتباع سمجھے اور کسی امام کی شان میں کلمات منقصہ جائز نہ سمجھے اور کسی امام کے مقلدین کو تارک احکام شریعت خیال نہ کرے تو چشم ماروشن و دل ماشاد۔ یہ ہمارا عین مدعیٰ ہے یہ اگر مضر ہے تو آپ اور آپ کے اتباع کو مضر ہے کہ آپ حضرات کے اقوال تو اس امر پر دال نہیں کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مذہب اس قابل نہیں کہ جمیع مسائل میں اس کی تقلید کی جائے بلکہ بعض مسائل میں تو آپ حضرات جملہ ائمہ کے مقلدین پر دعویٰ خطا کرتے ہیں اور اُن کے مقلدین کو بعض جہال، فاسق ومبتدع تک کہتے ہیں ......اور اگر دعویٰ مذکور سے مطلب جناب یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب کو عمل میں برابر سمجھیں یعنی مسائل شرعیہ میں سے ہر مسئلہ میں ہر ایک قول پر عمل کرنا یکساں جانے اور کسی کے قول پر کسی کے قول کو ترجیح نہ دے اور ایک کے مقابلہ میں دوسرے کو ترک نہ کرے تو اس کی کوئی دلیل ارشاد فرمایئے جو اقوال آپ نے نقل فرمائے ہیں ان کو مساوات بالمعنیٰ الثانی پر دال سمجھنا آپ کے سوا کسی اور کا تو کام نہیں۔ [ایضاح الادلہ:۱۳۳]

اسی طرح رقمطراز ہے: جب کوئی جمیع مجتہدین کو مساوی فی الرتبہ سمجھے اور جس حالت میں کہ من جملہ ائمہ مجتہدین کسی ایک کی طرف اعتقاد علم فہم بہ نسبت مجتہدین دیگر زیادہ ہو تو بالخصوص اس کا اتباع کرنا اول تو واجب ہونا چاہئے ورنہ افضلیت واوّلیت کا تو بشرط انصاف آپ بھی انکار نہیں کرسکتے۔ [ایضاح:۱۱۳]

علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: ان التقليد المحرم بالنص والاجماع أن يعارض قول الله ورسوله بما يخالف ذلك كائنا من كان . [مجموع فتاویٰ ۹:۱۴۶]

اسی طرح لکھتے ہیں: أما التقليد الباطل المذموم فهو قبول قول الغير بلا حجة قال الله تعالیٰ: وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ . [مجموع فتاویٰ ۱۰:۱۴]

پتہ چلا کہ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللهُ تقلید باطل مذموم پر محمول ہے۔اسی آیت کو اس طرح علامہ ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین میں بھی نقل کیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: والذی علیه جماهير الأمة : أن الاجتهاد جائز فی الجملة والتقليد جائز فی الجملة . [مجموع فتاویٰ ۱۰:۱۲]

آگے صاف لکھا ہے: وأن الاجتهاد جائز للقادر على الاجتهاد والتقليد جائز للعاجز عن الاجتهاد . . . . .وكذلك العامی اذا أمكنه الاجتهاد فی بعض المسائل جاز له الاجتهاد. [مجموع فتاویٰ ۱۰:۱۱۳]

ہر کس وناکس اجتہاد نہیں کرسکتا اور حدیث صحیح میں ہے کہ بعض مسائل " كثير من الناس "نہیں پہچان سکتے تو یہ اقل قلیل مجتہدین ہیں اور شیخ الاسلامؒ کے حوالے سے پتہ چلا کہ عامی اس کو بھی کہتے ہیں جو بعض مسائل میں اجتہاد پر دسترس رکھتا ہو۔ہاں محقق مقلد ہوگا لیکن محقق کا یہ معنی نہیں کہ آدھی آواز خیشوم سے اور آدھی منہ سے نکالے۔اس طرح کتابوں سے نقل کرنے کے بعد صراحۃ اپنی ترجیح نہ لکھنا یہ کس طرح تحقیق ہے؟

شیخ الاسلامؒ لکھتے ہیں:ليس فی الكتاب والسنة فرق فی أئمة المجتهدين بين شخص وشخص فمالك والليث بن سعد والأوزاعی والثوری وهؤلاء أئمة فی زمانهم وتقليد كل منهم كتقليد الآخر لايقول مسلم أنه يجوز تقليد هذا دون هذا ولكن من منع من تقليد أحد هؤلاء فی زماننا فانما يمنعه لأحد الشيئين اعتقاده أنه لم يبق من يعرف مذاهبهم الاجماع اليوم قد انعقد على خلاف هذا القول . [مجموع فتاویٰ ۱۱:۲۲۵،۱۰:۳۱۷]

دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ہر مجتہد کی تقلید درست ہے جب اس کے لیے مطلوبہ شرائط میسر ہو۔

اول: مجتہد وہی ہوگا جو شرائط اجتہاد پر پورا اترے۔

شاہ ولی اللہؒ میں لکھتے ہیں: وشرطه أنه لابد له أن يعرف من الكتاب والسنة ما يتعلق بالأحكام ومواقع الاجماع وشرائط القياس وكيفية النظر وعلم العربية والناسخ والمنسوخ وحال الرواة. [عقد الجید باب بیان حقیقۃ الاجتہاد وشرطہ]

اجتہاد کی شرط یہ ہے کہ اجتہاد والے کے لیے ضروری ہے کہ قرآن وحدیث اس قدر جانتا ہو جو احکام سے متعلق ہے اور اجماع کے موقعوں اور قیاس صحیح کی شرطوں اور نظر کی کیفیت اور علم عربیت اور ناسخ ومنسوخ اور راویوں کے حال سے واقف ہو۔ اور علماء سلف کے اقوال کا علم ہو کہ ان کا اتفاق کسی قول پر ہے اور اختلاف کس قول میں، علم لغت عربی، اور قرآن کے علم میں اس پر ان باتوں کا جاننا واجب ہے ناسخ اور منسوخ، مجمل اور مفسر، خاص اور عام، محکم اور متشابہ، کراہت اور تحریم، اباحت اور استحباب ووجوب۔ اور حدیث میں ان اشیاء مذکورہ کا جاننا اور حدیث کا مرتب کرنا قرآن پر اور قرآن کا حدیث پر جاننا۔ اور اقوال صحابہ اور تابعین میں سے اس قدر جانے جو در باب احکام منقول ہیں۔

امام بغویؒ کے بیان کردہ ان شرائط کے بعد لکھا ہے: ویجب علی من لم یجمع هذه الشرائط تقلیده فی ما یَعِنّ له من الحوادث .

یعنی اس شخص پر جو ان شرطوں کا جامع نہیں تقلید کرنی شخص جامع کی واجب ہے ان حادثوں میں کہ اس کو پیش آویں۔ [سلک مروارید ترجمہ عقد الجید: ۸تا۹ مطبع مجتبائی دہلی]

دوم: شیخ الاسلامؒ (نے متعدد بار فتاویٰ میں) اور امام ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ ان مذاہب کی معرفت رکھنے والے آج کل موجود سرے سے نہیں۔

سوم: مذہب مدون ہونے کی شرط شاہ ولی اللہؒ وغیرہ نے لگا دی ہے۔

شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں: أو مدونة فی کتب مشهورة . [عقد الجید: ۳۲]

اسی طرح لکھتے ہیں: ان هذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة . . . . . . [حجۃ اللہ: ۱۵۴]

اسی طرح شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کے فرزند الشیخ عبداللہ نے لکھا ہے: ونحن أیضاً فی الفروع علی مذهب الامام أحمد بن حنبل ولا ننکر علی من قلّد أحد الأئمة الاربعة دون غیرهم لعدم ضبط مذاهب الغیر . [الهدیة السنیة الرسالة الثالثة: ۴۴ مطبعة المنار مصر]

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ دیگر مذاہب کا ضبط اور تدوین نہیں۔ اگر فقہ عمر وغیرہ

آج کل شائع ہے تو اس میں اول تا آخر تمام ابواب سے متعلق مسائل مدون اور منضبط نہیں ملتے۔

علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: من اعتقد أنه يجب على الناس اتباع واحد بعينه من هؤلاء الأئمة دون الامام الآخر فانه يجب أن يستتاب فان تاب والاقتل. [مجموع فتاویٰ ۱۱: ۱۵۰]

"جس کا یہ عقیدہ ہو کہ تمام لوگوں پر ان ائمہ میں کسی ایک متعین کا اتباع واجب ہے نہ کسی دوسرے امام کا اس سے توبہ طلب کیا جائے اگر توبہ کرتا ہے تو الگ بات ہے ورنہ اسے موت کے گھاٹ اتارا جائے گا۔"

اس لیے یار لوگوں کو چاہئے کہ ہر ہر مسئلہ میں کسی خاص امام ہی کو فون کر کے یا اس کی تحقیق پر ہی عمل کر کے خوش نہ ہو کیونکہ اگر کوئی تمام سنی قوم کے لیے ایک ہی امام کے محبوب ہونے کا سرٹیفکیٹ دے تو تاویلات کے باوجود اس کی تشہیر مسلکی فریضہ سمجھنا تعصبی ذہن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ واضح ہو کہ کبھی ایک محدث طیش میں آکر ایک عظیم فقیہ ومحدث کی تکفیر کرتے ہیں اور اسے واجب القتل سمجھتا ہے کیونکہ وہ اس کے ہاں ظاہراً کسی حدیث کا مخالف معلوم ہوتا ہے حالانکہ یہ کارروائی درست نہیں۔ مثال کے طور پر البیعان بالخیار کے ظاہر پر امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہ کا عمل نہیں جو علمی وتحقیقی بحث ہے لیکن محدث ابن ابی ذئبؒ نے امام مالکؒ پر انتہائی سخت حملہ کیا ہے۔ الانتقاء لعلامہ ابن عبدالبر کی تحقیق وتعلیق کرتے ہوئے محقق رقم طراز ہے: اذ قال ابن أبي ذئب بسبب ذلك: يستتاب مالك فان تاب والا ضُرِبَتْ عُنُقه كما في كتاب العلل ومعرفة الرجال للامام أحمد ١: ١٩٣. فقد أباح دمه اذحكم بكفره وردته لتركه العمل بالحديث فان تاب يحقن دمه والا يقتل سبحان الله. [الانتقاء: ۲۸۰]

"امام مالک سے توبہ کرنے کو کہا جائے گا۔ اگر توبہ کیا تو ٹھیک ہے ورنہ اس کی گردن کو مارا جائے گا۔ امام مالک پر انہوں نے کفر اور ارتداد کی وجہ سے (العیاذ باللہ) کفر کا فتویٰ لگایا کیونکہ اُس نے (اس کے زعم کے مطابق: امداد) حدیث پر عمل چھوڑ دیا ہے۔"

یہ ابن ابی ذئبؒ جو مدینہ کا محدث اور امام مالک کا ہم وطن اور معاصر ہے اور امام مالکؒ کے متعلق اس کو مکمل آگاہی حاصل ہے اور ایک فرعی مسئلہ کی وجہ سے اتنا تیز وار کیا ہے تو اگر کسی نے

امام ابوحنیفہؒ پر بعض جگہ حدود سے نکل کر افراط کا راستہ اختیار کر لیا ہے تو اُن کا کیا حال ہوگا کیونکہ وہ امام صاحبؒ کے معاصر اور ہم وطن بھی نہیں۔ جیسا کہ تاریخ کے بعض مواضع میں خطیب کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے یاد رہے کہ اس تاریخ کے بعض شرکی اور غیر ثابت شدہ تحقیقات تاریک ہیں۔

نوٹ: شاہ ولی اللہؒ اپنی مایہ ناز کتاب میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، عطاءؒ، مجاہدؒ اور مالک بن انسؒ فرمایا کرتے تھے: مامن أحد الا وهو ماخوذ من كلامه ومردود عليه الا رسول اللهﷺ. [حجۃ اللہ: ۱۵۰]

''رسول اللہﷺ کے علاوہ جو بھی ہو (چاہے امام بخاریؒ ہو یا امام ابوحنیفہؒ) اُس کے کلام کو لیا جائے گا اور (علمی طور) پر اس کو رد کیا جائے گا۔''

اس لیے محدث ابن ابی ذئبؒ کا کلام امام مالکؒ کے متعلق مردود سمجھا جائے گا۔

(شاہ ولی اللہ اور حجۃ اللہ) اس کتاب کے مقدمہ میں شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے: ایک روز میں عصر کے بعد اللہ کی طرف توجہ برابر کیے ہوئے بیٹھا تھا اچانک آپ ﷺ کی روح نے ظہور فرمایا اور اس نے مجھ کو اوپر کی جانب سے ایسا ڈھانپ لیا کہ گویا کسی نے مجھ پر کوئی کپڑا ڈال دیا ہو۔

ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں: اس کے بعد میں ایک زمانہ میں مکہ معظّمہ میں وارد تھا (یعنی واقعہ آخری دور کا ہے۔امداد) وہیں میں نے جناب امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو خواب میں دیکھا کہ ان دونوں نے مجھ کو ایک قلم عطا فرما کر کہا: یہ قلم ہمارے نانا رسول اللہﷺ کا ہے اور میں اکثر اس فکر میں رہتا رہا کہ کوئی کتاب ایسی مدون کروں جو مبتدی کے لیے بینائی کا باعث اور منتہی کے لیے قابل تذکرہ ہوا۔

جبکہ فیوض الحرمین میں ہے کہ یہ خواب میں نے ماہ صفر ۱۱۴۴ھ کی دسویں رات دیکھا تھا۔

واقعی اسرار و رموز کے اعتبار سے شاہ صاحبؒ کی کتاب کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی ہے۔ تمام مشہور مجتہدین یہاں تک کہ امام اسحاق بن راہویہؒ وغیرہ کے مسلک کے مطابق عبادت کے بھید عقلی طور پر بتلا چکے ہیں اور ان کے اپنے مقدمہ کی اہمیت کے باوجود شاہ صاحبؒ حجۃ اللہ میں چند ایک مواضع پر خطاء یا نسیان کے بتقاضائے بشریت شکار ہو چکے ہیں۔ صرف ایک ہی مثال ملاحظہ کیجئے:

حجۃ اللہ میں لکھتے ہیں: وقد صنف في زمان مالك مؤطات كثيرة في تخريج أحاديثه

ووصل منقطعه مثل كتاب ابن أبي ذئب (جن کا تذکرہ اوپر آپ نے پڑھ لیا) وابن عيينة والثوری ومعمر وغيرهم فمن شارك مالكا في الشيوخ.

[حجۃ اللہ: ۱۳۳ اباب طبقۃ کتب الحدیث]

لیکن محدث ابن ابی ذئبؒ کے علاوہ جو امام مالکؒ کے ہم وطن اور ہم عصر ہیں کسی کی تالیف کا نام مؤطا نہیں اور نہ تاریخ سے ثابت ہے کہ اُن میں سے کسی نے کوئی کتاب مؤطا کی احادیث کی تخریج اور اس کی منقطع روایات کے وصل کے لیے تصنیف کی ہے۔

مفاسد ترک تقلید

تقلید جامد کے مفاسد ہر کسی پر عیاں ہیں آج کل کسی شخص کی تقلید جامد کی وجہ سے انتشار وخلفشار نے بہت خرابیاں اور پیچیدگیاں پیدا کی ہیں اسی طرح ترک تقلید کے مفاسد سے کبوتر کی طرح آنکھ بند کرنا بھی درست نہیں چند مفاسد کی نشاندہی بطور مثال نقل کرتا ہوں:

(۱) ہر کسی کو اگر نصوص پر دست اندازی، دست درازی اور عمل جراحی کی مشق کی اجازت دی جائے پھر وہ اپنے انا کی تسکین کے لیے ''ہمچو من دیگرے نیست'' کا نعرہ لگا کر دین کو بازیچہ اطفال بنائے گا اور اپنے مگن میں مست ہاتھی کی طرح دوڑتے ہوئے مسلمانوں کے لیے ایک فتنہ سے کم نہیں ہوگا۔

یہ سب فتنے عدم تقلید کے ہیں   جن میں ابوالہوس اوندھے گرے ہیں

مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے ایک مشہور غیر مقلد کا فتویٰ نقل کیا ہے: ان مقلدي المذاهب الأربعة غير ناجين بل يجب قتلهم وان أبا حنيفة كان جهيمياً معتزلياً مرجئياً زيدياً و كذا من الخرافات. [امام الکلام: ۷]

یعنی چاروں مذاہب میں سے ہر ایک مذہب کا مقلد نجات یافتہ نہیں بلکہ ان کا قتل واجب ہوگا ابوحنیفہ مجتہد نہیں تھا جہمی، معتزلی اور مرجئہ میں سے تھا اور زیدی (ایک قسم کا شیعہ) تھا اس طرح دیگر خرافات۔

حقیقت خرافات میں کھوگئی   یہ امت روایات میں کھوگئی

اس طرح اگر کوئی حنفی، امام شافعی کے مقلدین کو اہل کتاب وغیرہ کی طرح سمجھے تو یہ سینہ زوری ہے۔
(۲) دین کی آڑ میں نفسانی خواہشات کا غلام بن کر رخص کی چھانٹی کرتے ہوئے مرکب معجون اور ایک ملغوبہ کی ترکیب کے لیے انتھک محنت کرے تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔
(۳) اپنے سند کے مشائخ اور دین کے جہابذہ سے عمومی طور پر بے اعتماد سا رہے گا اور بلا اختیار منہ سے نکلے گا کہ افسوس سند کے اساتذہ دو تین کے علاوہ سارے مقلدین ہیں۔
(۴) عوام کو تشویش میں مبتلا کرنے کی کوشش کو تحقیق سمجھے گا۔ اور شعوری یا غیر شعوری طور پر یہی اُس کا محبوب مشغلہ بنے گا: لِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ. لگ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کے خول میں بیٹھ کر اپنی دکان پھیکا پکوان کا سماں بنائے گا۔
(۵) اسی تعصب اور ایک فرد کے تقلید جامد کی وجہ سے یا ترک تقلید کی وجہ سے ائمہ کرام بالخصوص امام ابوحنیفہؒ کا احترام اس کے متکبر دل سے نکلے گا۔ اپنے گروہ کے طفل مکتب کو بڑھا چڑھا کر پیش کرے گا اور اپنے کسی شیخ کو مجتہد لاثانی بنا کر سکھ کا سانس لے گا۔

اللّٰھم اجعلنا ھداۃ مھتدین غیر ضالین و لا مضلّین سلماً لأولیائك و عدوّا لأعدائك.

ہوشیار کو اک حرف نصیحت ہے کافی　　　ناداں کو کافی نہیں دفتر نہ رسالہ

علمی فہارس

فہرس آیات

إِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَا هُمْ بِبَالِغِيْهِ . [سورۃ الشوریٰ ۴۰:۵۶] ۵۰

اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ [سورۃ الشوریٰ ۴۲:۱۳] ۳۰

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ . [سورۃ القمر ۵۴:۱۷] ۵۲

اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ [سورۃ الضحیٰ ۹۳:۱۱] ۴۷


فہرس احادیث

مؤلف کا مختصر تعارف

زیرِ نظر کتاب ''الامداد المزید بتوضیح مسئلۃ الاجتہاد والتقلید'' کے مؤلف استاذ محترم جناب شیخ مولانا امداد الحق حنفی شیووی بن مولانا نور الحق شیووی رحمہ اللہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ محلہ غلام خیل موضع شیوہ تحصیل رزڑ ضلع صوابی سے تعلق رکھتے ہیں۔

آپ شیخ القرآن مولانا محمد طاہر رحمہ اللہ الغافر پنج پیری اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کے مایہ ناز شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فاضل ہیں۔ دارالعلوم تعلیم القرآن رُستم کے سابق مدرس ہیں۔ دارالعلوم فتح العلوم شیوہ میں موقوف علیہ کی تدریس کے فرائض انجام دینے کے علاوہ رمضان المبارک میں دورہ تفسیر پڑھانے کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔

آپ نے قلم وقرطاس سے بھی مضبوط رشتہ جوڑا۔ آپ کی نوک قلم سے کئی تحریرات منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہو چکے ہیں جن میں درج ذیل کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں:

- حقیقۃ حقیقۃ الالحاد (یہ کتاب مولوی عبد العزیز نورستانی کی کتاب حقیقۃ الالحاد کی جواب میں لکھی گئی ہے)
- الترجمان لمدائح التبیان (یہ کتاب قاضی حبیب الحق پر مولی کا علمی محاسبہ ہے)
- قوموں کی عروج وزوال میں درہم ودینار کا کردار (اس کتاب میں یہ تذکرہ کیا گیا ہے کہ کون، کب، کہاں اور کیسے مال ودولت کے فتنے کے شکار ہوئے)
- انٹرویو (شیخ صاحب موصوف نے شیخ عبد السلام رُستمی'' سے کیے گئے سوالات کو لکھ کر یہ رسالہ مرتب کیا ہے)

یکے از تلامذۂ شیخ امداد الحق حنفی شیووی مدظلہ اللہ العالیہ

مفتی اکمل محمد سعید اَدینوی' ۱۲ جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ = ۲ اپریل ۲۰۱۵ء

مسئلہ تقلید و اجتہاد کے بنیادی مباحث پر مشتمل علمی و تحقیقی کاوش

الامداد المزید

بتوضیح مسئلة الاجتهاد والتقلید

تالیف:

مولانا شیخ

امداد الحق

حقانی شیوری زید مجدہ

ناشر

مدرسہ جواهر القرآن

توحید آباد، مرغز، صوابی

ملنے کا پتہ: